الرشد

جلد ۵ ٭ شمارہ ۲ ٭ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق صفر المظفر ۱۴۰۴ ہجری

سرپرست اعلیٰ

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ العالی

مدیر مسئول

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے عربی اسلامیات

مجلس ادارت (اعزازی)

پروفیسر بنیاد حسین نقوی۔ بی۔اے (آنرز) ایم۔اے

مولانا محمد اکرم ملک (مناروی)

پروفیسر باغ حسین کمال ایم۔اے

حافظ عبدالقیوم بی۔اے

دینی اصلاحی علمی سلوک اور تصوف کا واحد مجلہ

ماہنامہ المرشد چکوال (جہلم)

رابطہ کیلئے دارالعرفان منارہ

اس شمارہ میں

- اداریہ — مدیر
- اسرار التنزیل — مولانا محمد اکرم مناروی
- شیخ المکرم حضرت کے ارشادات گرامی — ابوسعید
- ضبط نفس
- دیکھتا چلا گیا — سیلانی کے قلم سے
- نفس کے اسرار و رموز از فیض الرحمان
- قلب و نظر کی پاکیزگی — الحاج محمد حبیب الرحمان (ریٹائرڈ ایس پی)
- میری یادو ذرا پلٹ کر — سفرنامہ "دارالعرفان" رپورٹ احمد نواز گوجرہ

سول ایجنٹ

مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

بدل اشتراک

زر سالانہ	۳۵/۰ روپے
ششماہی	۱۸/۰ روپے
فی پرچہ	۳/۰ روپے
بیرون ملک	سے ۱۰۰/۰ روپے

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین اصلاحی پرنٹر شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل چکوال ضلع جہلم سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

معاشرہ کی اصلاح کی یہی ایک صورت ہے کہ جن افراد سے معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے اُن کی اصلاح ہو اور اس کے لئے مختلف طریقے مفکرّین اور مجدّدین معاشرت نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق تجویز کئے ہیں۔بعض مفکرّین کا کا خیال یہ ہے کہ معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے لہٰذا جتنی افراد کی اصلاح ہوگی معاشرت خود بخود اصلاح پائے گی۔دوسرے بزرگان کا خیال یہ ہے کہ ایک عمدہ معاشرہ ہی اچھے افراد پیدا کرسکتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہو اور کیونکر ہو؟

یہ تسلیم کہ انسانی افراد اور معاشرہ کا آپس میں ایک عجیب ربط ہے کہ ایک خصوصیت دوسرے میں منعکس ہوتی ہیں یا انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا آپس میں ایک ایسا ربط ہے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود بسا اوقات ناقابل فہم ہو جاتا ہے اور اسی ربط و تعلق کی نسبت سے تشخصّ سمجھ میں آتا ہے بقول شاعرؔ

بندھ جائے تو موتی ہے گر جائے تو دانہ ہے

یا یوں سمجھ لیا جائے کہ اس کی مثال جسم و روح کی سی ہے انفرادی اور شخصی آزادیاں اجتماعی نظم و ضبط کے سانچے میں کس طرح ڈھلیں۔ کہ یہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور ان آبگینوں کو ٹھیس بھی نہ لگے۔

تہذیب و شائستگی کی اس راہ پر چلنا خاصا مشکل ہے۔

ع
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

نظم و ضبط کی یہ راہ خواہ انفرادی سطح سے متعلق ہو یا اجتماعی ہیئت سے، اس کا تعلق انسان کے رُوح یا باطن سے ہو یا ظاہر سے کہ جس کی ایک صورت معاشرہ کا وجود یا ہیئت ہے۔

عمدہ معاشرت اور حسن کردار میں اعتدال و توازن قائم رکھنے کے لئے صحیح اُصول و ضوابط صرف اسلام ہی کے پاس ہیں۔ دُنیا کی کوئی معاشرت یا کوئی نظام ایسے جامع اُصول پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس سے فرد کی مکمل اصلاح ظاہر و باطن کے لحاظ سے ہو سکے یا معاشرہ کی ہیئت خاکہ عدل پر قائم ہو سکے۔

اس کی ابتداء انسان کے قلب وضمیر کی تطہیر سے شروع ہوتی ہے۔ اور اس کی تکمیل انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں سے مثالی عملی زندگی سے ہوتی ہے۔

مدیر

اسرار التنزیل

مولانا محمد اکرم مناروی

مسلسل

یہ درسِ قرآن حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ نے ۲۲ رمضان المبارک کو "دار العرفان" منارہ میں دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۵ وما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۵

سورۃ العمران قرآن کریم سے چوتھا پارہ شروع ہوتا ہے اس سے پیچھے جو اس کے تقریباً آٹھ رکوع گزر چکے ہیں ان میں بیشتر آیات اہل کتاب سے چلی آرہی ہے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت پر دو گروہ تھے ایک تو مشرکین کا گروہ تھا اور دوسرا اہل کتاب کا ان میں نصاریٰ اور یہود خصوصاً سرفہرست تھے، مشرکین کے پاس تو کوئی آسمانی کتاب نہ تھی، کوئی دلیل ایسی مضبوط نہ تھی لیکن اہل کتاب کے پاس آسمانی کتب بھی تھیں انبیاء علیہم السلام کے متبع ہونے کا دعویٰ بھی تھا اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ان کے جو سرکردہ افراد تھے ان کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی سرداری پر بڑی چوٹ پڑتی تھی - اس کے ایمان نہ لانے کا ایک بہت بڑا سبب ایک یہ بھی تھا کہ عوام تو منتخب افراد کے پیچھے چلا کرتی ہے ہمیشہ یہ قاعدہ ہے - کچھ لوگ مقتدا ہوتے ہیں اور اکثریت جو ہوتی ہے پیچھے چلنے والوں کی ہوتی ہے اب جو لوگ سردار بنے ہوئے تھے، قوم کے مذہبی پیشوا بنے ہوئے تھے ایک طرح کا مذہبی تقدس تھا ان کے پاس وہ جو کچھ بھی تھا

اُس اپنے پہلے مذہب پر قائم رہنے سے تھا اگر وہ ایمان لاتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایک عام آدمی اور وہ جو پیشوائی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے وہ برابر سے سبق شروع کرتے کیونکہ ایمان لانے میں تو دونوں بیک وقت ایک جماعت میں داخل ہوتے

اور یہی بات اُنہیں گوارا نہ تھی کہ ایک برسوں کی اور پشتوں کی بنی بنائی سرداری کس طرح چھوڑ دیں حالانکہ وہ جانتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے منتظر رہتے تھے۔ اس طرح واضح اور صاف اور اس طرح واضح پیش گوئیاں تھیں، اس کی کتب میں کہ خود وہ اُس دور میں بھی منتظر تھے کہ نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ مگر جب حضور مبعوث ہوئے تو سب سے بڑی رکاوٹ جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے میں اُن کو پیش آئی وہ اُن کی سرداری اُن کی قیادت اور اُن کا اقتدار تھا۔ تو قرآن کریم نے مختلف پہلوؤں سے اس پر بحث کی ہے کہیں اُن کے اس دعوے کو چیلنج کیا ہے کہ اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم تو انبیاء کے متبع ہیں۔ ماننے والے ہیں، کہیں اُن کے اس دعویٰ کو چیلنج کیا ہے کہ نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّاءُہٗ کہ ہم تو اللہ کے بڑے مقرب ہیں اور بیٹے ہیں کہیں اُن کے اس دعویٰ کو خداوندکریم نے اس بحث میں واضح کیا ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً کہیں اُن کے اس دعوے پر بات کی ہے، کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کی محبت میں سب کچھ کرتے ہیں اور ہم تو ہیں ہی اللہ والے۔ اور ہم تو خدا کے نام پر ہی جو کچھ کر رہے ہیں، وہ سب اسی کی خاطر ہے کہیں اس بات پر کر رہے ہیں اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ان ساری باتوں کے بعد ماحصل کے طور پر نتیجہ کے طور پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ کہ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ دین اسلام ہے۔ خواہ تم کسی طرح سے کوئی دعویٰ بھی لئے بیٹھے رہو۔ ہر دعوے کا مقصود اور نتیجہ یہی ہے کہ تم اللہ کے طالب ہو۔ اور فرمایا اللہ تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے اسلام اس کے علاوہ کوئی شخص بھی خواہ اُسی کا دعویٰ یہ بھی ہو کہ میں یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔ لیکن اُس کام کے کرنے کا حکم اللہ اور اللہ کے نبی نے نہ دیا ہو، وہ کام اسلام نہ ہوگا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ اللہ اُسے قبول نہیں کریگا۔

اس ساری بحث کے بعد اس کی بنیاد پر بات کی ہے اللہ کریم نے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ بِرّ کا مفہوم بہت واضح بڑا وسیع اور مختصر بھی ہے وسیع اس طرح سے کہ ہر طرح کی نیکی کو یہ لفظ شامل ہے کوئی چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہو یا بڑے سے بڑی عبادت ہو ہر وہ فعل جو نیکی کے زمرے میں آتا ہے ہر وہ قول جو نیکی کے زمرے میں آتا وہ لفظ بر میں آجاتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا اور مختصر مفہوم اس کا یہ ہے کہ تمام نیکیوں کا، تمام عبادات کا، تمام بھلائیوں کا مقصد اللہ جل شانہٗ کی رضا کو پالینا، نیکی اُسی وقت نیکی ہے جب وہ اللہ کی اطاعت اور رضا کے لئے کی گئی ہو۔ اگر کوئی شخص

عبادت بھی کرتا ہے اور بالکل اسی طریقہ پر کرتا ہے جس طرح اللہ اور اللہ کے رسولﷺ نے حکم دیا ہے لیکن اللہ کی رضا کے لیئے نہیں کرتا تو پھر بھی نیکی نہیں ہوگی۔ بر نہیں ہوگی بر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق ہو اور اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ دو باتیں اُس میں بیک وقت ہوں تو اُس طرح سے اس کا مفہوم مختصر بھی ہو جاتا ہے کہ تم اللہ کی رضا کو اللہ جل شانہ، کی خوشنودی کو نہیں پا سکتے صرف ایک طریقہ ہے اس کو پانے کا حتیٰ تنفقوا مما تحبون کہ جو چیز تمہیں اپنے لئے پسند ہو، جس چیز پہ تم جان دیتے ہو۔ جو چیز تمہیں بہت محبوب ہے وہ شے جب تک اللہ کی راہ میں چھوڑ نہیں دوگے تب تک تم اللہ کی رضا کو نہیں پا سکتے یہود کے جو پیشوا اور مقتدا اور جو لوگ بنے ہوئے تھے اُن کے ایمان نہ لانے کا سبب ان کے مدِ نظر اُن کا اپنا اقتدار و وقار اور حب جاہ اور حُبِ مال تھا۔ دولت کی محبت میں دیوانے تھے اور دولت اور مال سے بھی بڑھ کر جو مذہبی تقدس اُنہیں حاصل تھا وہ جو بنے ہوئے تھے شیخ اور پیر اور پیشوا اور مقتداء یہ شے مانع تھی اُنہیں کہ وہ پھر ایمان لا کر نئے سرے سے مقتدی بنیں اوّل سے شروع کریں ایک عام آدمی اور وہ برابر بیٹھیں ایک صف میں یہ اُن کے لئے بہت مشکل تھا۔ اور یہی شرط اللہ کریم نے

عائد کر دی کہ اس بارگاہ میں داخلہ کے لئے شرط یہ ہے کہ تم اپنے لئے سوائے اللہ کے کچھ نہ چاہو۔ محبت الٰہیہ جو ہے یہ شرکت گوارا نہیں کرتی اور محبت کا خاصہ بھی یہی ہے۔ محبت کہتے ہیں کسی چیز کے ساتھ اس طرح سے دل کے مشغول ہونے کو، مشتغل ہونے کو کہ وہ بغیر اُس چیز کے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہی نہ ہو، کوئی شخص یا کسی کا دل کسی فرد یا کسی چیز کی طرف اس طرح سے راغب ہو جائے کہ اُس کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہی نہ ہو۔ اسے محبت کہتے ہیں، محبت میں شرکت ہوتی ہی نہیں، دراصل ہوتا یہ ہے کہ کسی ایک شے کی محبت میں باقی ضروریات زندگی تو انسان پوری کرتا رہتا ہے۔ لیکن اُس کے مقابلے پر کسی شے کو آنے نہیں دیتا آپ اس کی مثال سیاستدانوں میں دیکھیں سیاستدانوں کا مطمع نظر ہوتا ہے حصول اقتدار یہی بنیاد ہے سیاست کی، اس کے لیئے وہ اپنی ساری زندگی ساری محنت کرتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ طرح طرح سے حیلوں و بہانوں سے کمایا ہوا روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ انہیں مال کی محبت اس مقصد سے نہیں روکتی حالانکہ اُنہیں مال بھی کسی نہ کسی درجہ میں محبوب ہوتا ہے، محبت مال سے بھی اُنہیں ہوتی ہے، محبت گھر سے بھی خاندان سے بھی بیوی بچوں سے بھی ہوتی ہے لیکن ہم نے

یہ بھی دیکھا ہے کہ اُن کی بچیوں کو رسوا کیا گیا۔ اُن کی بیویوں کو جیلوں میں بھیجا گیا اُن کے خاندان کو بے آبرو کیا گیا سب کچھ برداشت کر گئے لیکن سیاست سے باز نہیں آئے یعنی سیاست کے ساتھ اُن کا جو تعلق تھا اُسے انہوں نے چھوڑا نہیں یہ سب کچھ میری اور آپکی آنکھوں کے سامنے ہوا ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بعض اوقات جیل چلے جاتے ہیں اُن کے کارخانے ضبط ہو جاتے ہیں اُن کا مال حکومت ضبط کر لیتی ہے اُنہیں رسوا کرتی ہے قید کرتی ہے اور سالوں قید رہنے کے بعد جب جیل سے نکلتے ہیں تو ویسے کے ویسے ہوتے ہیں اور اسی کام میں اُسی طرح لگے ہوتے ہیں آپ نے دیکھا یہاں برس ہا برس چوہدری ظہور الٰہی مرحوم کو حکومت نے قید رکھا جیل میں بھی وہ اپنی بات پر قائم تھا لیکن جب نکلا تب بھی اپنی بات پر قائم تھا، مر گیا، قتل ہو گیا بے چارہ اُسی راہ میں لیکن پھر اس کے جو بیٹے اُس کے جو پیچھے آنے والے ہیں انہوں نے اپنے اس مقصد کو چھوڑا نہیں کتنی تکلیفیں اُٹھائیں کتنی مشقتیں برداشت کیں، کس قدر اذیتیں اُٹھائیں لیکن اُس بات کو نہیں چھوڑا اسے کہتے ہیں محبت۔ اللہ جل شانہٗ یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر یہ محبت تمہیں میرے سوا کسی اور سے ہو، میری ناراضگی کا خطرہ مول لے سکتے ہو، لیکن اُس بات کو نہیں چھوڑ سکتے تو تم نیکی کو بِر کو نہیں پا سکتے لن تنالوا البر جسے بِر کہا جاتا ہے اُس تک نہیں پہنچ سکتے اس تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے حتیٰ تنفقوا مما تحبّون کہ اللہ کی راہ میں تمام محبتوں کو قربان کر دو اور سب پر غالب محبت جو ہے وہ اللہ ہی کی رہ جائے تب نیکی تک پہنچ سکتے ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبع ہیں ماخذ ہیں مصدر ہیں نیکی کا تو یہاں مراد بھی آیت کریم سے یہی ہے بات چل رہی ہے پیچھے اہل کتاب کے ایمان نہ لانے کی تو اُن کے ایمان لانے کو وصول الی البّر کہا گیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لانا ہی بر ہے اصل میں یہ بر ہے جو تصور ہے نیکی کا جو تصور ہے عبادت کا جو تصوّر ہے محبت الٰہیہ کا اُس کی بنیاد ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اللہ کریم فرماتے ہیں یہ کام تم اس وقت تک کرنے کے اہل ہی نہیں ہو سکتے تم کر ہی نہیں سکتے تم سے ہو ہی نہیں سکتا جب تک تمام محبتوں کو اللہ جل شانہٗ کی راہ میں قربان نہ کرو، انفاق ہوتا ہے کسی چیز کو اس طرح سے خرچ کرنا جس طرح سے اللہ کریم حکم دیں، اپنی پسند سے اللہ کے حکم کے خلاف خرچ کرنا، اسراف کہلاتا ہے اور اللہ کے حکم سے، اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی پسند کے مطابق خرچ کرنا انفاق کہلاتا ہے،

اُس خرچ میں مال بھی آجاتا ہے اس خرچ میں محبتیں بھی آجاتی ہیں، آرزوئیں اور تمنائیں بھی آجاتی ہیں، محنت اور کوششیں بھی آجاتی ہیں جدوجہد اور مجاہدہ بھی آجاتا ہے، علم پڑھنا پڑھانا سیکھنا اور سکھانا بھی آجاتا ہے یہ سب کچھ اسی میں آجاتا ہے۔ کسی بھی شے کو جو اللہ نے ہمیں دی ہے اپنی صحت کو اپنی انرجی کو اپنی طاقت اور اپنے علم کو، اپنے خیالات کو، اپنے مال کو اپنی جان کو خرچ کرنا اللہ کی راہ میں اللہ کے حکم کے مطابق یہ انفاق کہلاتا ہے، جان دی جا سکتی ہے چونکہ وقتی اور ہنگامی جذبات جو ہوتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں کوئی لمحہ ایسا آتا ہے کہ کوئی کمزور آدمی بھی جان پر کھیل جاتا ہے وہ وقت وہ لمحہ ایک طرح سے جذبات میں تیزی پیدا کر سکتا ہے، دولت دی جا سکتی ہے ممکن ہے کوئی لمحہ ایسا آجائے کوئی وقت ایسا آجائے کہ بخیل اور کنجوس آدمی بھی اپنی دولت لٹا دے چونکہ جذبات میں آکر آدمی ایک وقت میں بڑے سے بڑا کام بھی کر سکتا ہے لیکن پوری عمر اور بقائمی ہوش وحواس خوب سوچ سمجھ کر اپنے تمام مطالبات سے دست بردار ہو جانا اس لئے کہ مجھے اللہ کی رضا حاصل ہو یہ بہت بڑا کام ہے یہ وقتی اور ہنگامی نہیں ہے یہ مدت العمر کرنے کا کام ہے ہمیشہ کرنے کا اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد سے واپسی کے بعد ارشاد فرمایا رجعنا من الجہاد

الاصغر الی الجہاد الاکبر او کما قال رسول اللہ ﷺ فرمایا تیغ وسناں سے لڑنا جو تھا اللہ کی راہ میں، جہاد اللہ کی راہ میں، جان دینا جو تھا اللہ کی راہ میں مشقتیں برداشت کرنا، سفر کی صعوبتیں، شب کی بیداریاں اور مجاہدے اور پھر جہاد، اور تلوار سے گھائل سر کٹانا اسے آپؐ نے جہاد اصغر فرمایا ہے کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ یہ بات تو ہے کہ ایک ہنگامی ضرورت کے تحت ایک وقتی جذبے کے تحت کوئی آدمی سر کٹا دے فرمایا یہ جہاد اصغر ہے، جہاد اکبر یہ ہے کہ سر سلامت بھی رہے اور ہر آن کٹتا بھی رہے زندگی بدن میں موجود بھی ہو اور اللہ کے حکم کے سامنے وہ اس طرح سے ہو جس طرح سے غسال کے ہاتھ میں میت ہوتی ہے اسے جہاد اکبر اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ مسلسل موت ہے یہ وقتی یا جذباتی یا ایک وقت کی قربانی نہیں ہے یہ مسلسل ایثار ہے، یہ مسلسل موت وشہادت ہے ہر ہر خواہش کو، ہر ہر جذبے کو ہر ہر طلب کو اس طرح سے روک دینا کہ طلب الٰہی اُس سب سے فائق ہو۔ ذٰلک من عظم الامور بہت بڑا کام ہے اور اس کے لئے بہت بڑے وسیع قلب کی بہت بڑے صمیم ارادے کی بہت بڑے جرآت رندانہ کی ضرورت ہے اور یہی ارشاد باری ہے کہ جب تک تم یہ ایثار یہ قوت یہ جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کر لو۔ دیکھئے جذبات کے لئے اسیر ہونا شرط نہیں ہے، جذبات کے لئے حاکم ہونا

شرط نہیں، جذبات کے لئے کوئی بڑا پہلوان ہونا شرط نہیں، جذبات کے لیے کوئی زیادہ پڑھا لکھا ہونا شرط نہیں ہے۔ جذبات کے لئے اعضاء وجوارح کا پورا ہونا شرط نہیں ہے جذبات ایک عام آدمی میں بھی ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے ایک بادشاہ اور شہنشاہ میں ہوتے ہیں، جذبات ایک عام انسان کو بھی اللہ نے وہی ودیعت فرمائے ہیں جو ایک عالم یا پیر یا مفتی میں ہو سکتے ہیں ہر شخص کے جذبات میں ہر شخص کے مطالبات ہیں ہر شخص کی خواہشات ہیں کوئی بڑا ہے اُس کی خواہشات بڑی ہوں گی کوئی چھوٹا ہے اس کی اپنی وسعت علمی کے مطابق اپنی دانست کے مطابق یا جہاں تک وہ جانتا ہے اس کے مطابق وہ ہوں گی لیکن جس طرح بڑے آدمی کے لئے بڑی خواہش کو قربان کرنا مشکل ہے اسی طرح سے چھوٹے اور کمزور کے لئے چھوٹی خواہش کو روکنا بھی اتنا ہی مشکل ہے تو کوئی بھی شخص جو اپنی پسند اپنی خواہشات اپنی تمناؤں کو اس بات پر روک دے کہ مجھے سب کچھ قربان کر کے اللہ کی رضا مطلوب ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اُس نے نیکی کو پالیا اور اس نے صحیح راستہ پالیا، گویا دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ کیونکہ بر کی بنیاد ہے حضورؐ کے ساتھ ایمان نصیب ہو جائے تو خطاءً غلطی ہو جانا یہ اور بات ہے، خطاءً حضورؐ کے حکم کے خلاف صادر ہو جانا یہ اور بات ہے۔

عمداً اور سوچ سمجھ کر کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا یہ کمال ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا یہ کمال ماننے والوں کا نہیں ہوتا ہمیشہ کمالات جو ہوتے ہیں وہ محبوب میں ہوتے ہیں، محبّ اُن کے لئے مجبور ہو جاتا ہے اس کی بات کو ماننے پہ کمال ہمیشہ محبوب میں ہوتا ہے اور محبت کرنے والا اُس کے کمال کے تابع ہو کر ساری حرکات کرتا ہے تو یہ کمال ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ جسے حضور کے ساتھ ایمان نصیب ہوا خدائی ٹل گئی پھر وہ شخص اپنی جگہ سے نہیں ٹلا اور اسے ہم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مقدس زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں کہ کس قدر مصیبتیں، کس قدر دکھ، کس قدر پریشانیاں، اس قدر پریشانیاں اور اس قدر مصیبتیں آئیں کہ خود خداوند کریم فرماتے ہیں کہ و زلزلوا زلزالاً شدیداً جھنجھوڑ کر ہلا کر رکھ دیئے گئے لیکن دنیا کی کوئی مصیبت اُنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نہ روک سکی کتنے اذیتوں میں شہید ہوئے کس قدر مال برباد ہوئے گھر چھوڑنے پڑے ہجرتیں کیں حتیٰ کہ مصیبتیں اُن کے قدموں سے ٹکرا ٹکرا کر پلٹ گئیں اور راحتیں اُن کے قدموں پہ نثار ہونے لگیں لیکن وہ افراد ایسے تھے جو مصائب میں بھی ایسے ثابت قدم تھے جیسے راحتوں میں ثابت قدم تھے سا گرہ

فقیر تھے تو شہنشاہوں کو خاطر میں نہ لاتے، اور جب وہ شہنشاہ تھے تو فقیروں کو نظر انداز نہیں کرتے تھے، ہر دو حالتوں میں اتباع رسالت مآب مطمع نظر تھا اُن کا، مہاجر تھے، راہ نورد تھے بے گھر تھے، بے خانماں تھے تو بھی طلب یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو اور جب پوری دنیا پہ حکومت نصیب ہوئی۔ معلوم ہے دنیا کے تین حصے مسلمانوں کے زیر نگیں تھے مقصد پھر بھی ان کا یہی تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کہیں کوتاہی نہ ہو جائے۔ اسے کہتے ہیں ایمان بالرسول۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان کامل تھا۔ اُن کا یہ معیار ہے۔ میرے لئے آپ کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ایک دوسرے کے ایمان کو ماپنا صحیح نہیں ہے، آپ میرے باطن سے آگاہ نہیں ہیں میں آپ کے اندر سے آگاہ نہیں ہوں۔

ایمان نام ہے ایک باطنی کیفیت کا جو انسان کے اندر ہوتی ہے اور یہ اس قدر پوشیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی تب جان سکتے ہیں جب اللہ انہیں اطلاع دے ورنہ ہر فرد کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے حدیث میں آتا ہے کہ دوزخ جنت کے داخلے کے بعد فیصلہ ہو چکنے کے بعد پھر ارشاد ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کہ کوئی بھی شخص جس کا آپ کے ساتھ تھوڑے سے تھوڑا بھی تعلق ہے ایمان کا۔ آپ اُسے دوزخ سے نکال لیں۔ تو حضورؐ فرماتے میں جس قدر بھی کمزور سے کمزور ایمان والا کوئی مسلمان دوزخ میں ہوگا نکال لوں گا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مطابق کوئی بھی کم سے کم تر درجہ والا مسلمان بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ تو پھر حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ کریم اُس کے بعد بھی لوگوں کو نکالے گا کوئی درجہ ایمان کا اتنا کمزور بھی تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ پاک سے بھی اوجھل رہا اور صرف اللہ کے علم میں یعنی اتنا جو کمزور درجہ ہے ضائع وہ بھی نہیں جائے گا۔ کارآمد تو وہ بھی ہے نافع تو وہ بھی ہے خلود نار سے تو وہ بھی مانع ہے ہمیشہ تو غضب الٰہی کا شکار نہیں رہے گا۔ لیکن وہ مقصود نہیں ہے، مقصود وہ ایمان ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے، بعض لوگ پُل صراط سے جب گزریں، پُل صراط دوزخ کے اوپر ہے دوزخ کی بہت بڑی وادی جو ہے وہ پل صراط کے نیچے ہے اور اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وہ پُل ہے جس سے تمام مخلوق کو گزرنا ہوگا اور اس وادی میں بھڑکنے والی آگ اس قدر سخت ہے کہ اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا ہے، شدت سے سُرخ نہیں سیاہ آگ ہے دھواں سیاہ ہے انگارہ سیاہ ہے آگ سیاہ ہے تاریکی ہی تاریکی ہے اور شعلے بہت دُور تک جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو پل صراط سے گزرنا چاہیں گے تو دوزخ پکارے گی یا رَبّ الٰہا انہیں جلدی سے گزارو ورنہ میری آگ سرد ہو جائے گی۔

ایک طرف یہ بھی ایمان ہے کہ پل پر لوگ دعا کر رہے ہوں گے کہ اللہ ہمیں اس آگ سے بچا کر پار گزار دے اور یہ بھی ایمان ہے کہ آگ دعا کر رہی ہو گی کہ یا اللہ ان لوگوں کو جلدی گزار ورنہ میں مر جاؤں گی۔ مقصود یہ ایمان ہے جس سے دوزخ بھی پناہ مانگ رہی ہو گی۔ ہر اس کا نام ہے مقصد یہ ہے اس درجہ کا ایمان مطلوب ہے کہ اس قدر تعلق ہو اس شخص کو اللہ سے اللہ کے رسولؐ سے کہ اُس کا اپنا وجود باقی نہ رہے۔

تجلیات باری ہوں یا انوارات پیامبر ہوں جو اس میں مجسم ہوں اور مُرتسم ہو چکے ہوں ایک ایک ذرہ جو اس کے وجود کا ہے وہ انوارات الٰہیہ سے یا انوارات نبویہ سے پُر ہو، منور ہو جگمگ جگمگ کر رہے ہو، تاکہ ہر طرح کی بُرائی اُس کے وجود سے پناہ مانگے آپ نے قرآن کریم کی روشنی کو دیکھا ہے جہاں کہیں حکم ملتا ہے نا یقیمون الصلوٰۃ اقام الصلوٰۃ، اقامت الصلوٰۃ کی بات کرتا ہے قرآن کریم اقامت صلوٰۃ نماز پڑھنے کو نہیں کہا جاتا نماز قائم کرنے کو نہیں کہا جاتا ہے اور نماز قائم کرنا یہ ہے کہ کسی ایک وجود کی برکت سے جہاں وہ ہو جہاں سے گزرے جہاں جائے وہاں کے افراد وہاں کے لوگ وہاں کے لوگ بھی نماز پڑھنے والے بنتے چلے جائیں گے، کوئی ایک شخص ایسا ہو، جو دوسروں کی نماز میں بھی قائم کرنے کا سبب بن جائے۔ اسے اقامت الصلوٰۃ کہا جاتا ہے اقامت صلوٰۃ یہ ہوتی ہے کہ نماز کو قائم کرے

اور یہ ہی سب سے بڑی کرامت ہوتی ہے کسی ولی اللہ کی کہ اُس کے قرب سے اُس کے پاس بیٹھنے سے اُس کی محفل سے اس کی صحبت سے یہ قوت نصیب ہو کہ انسان نیکی پر کاربند ہو جائے اور میرے خیال میں اس آیت کریم میں

"اور جب دعویٰ اللہ کریم کی طلب کا کر لیا
تو سب سے پہلا جو سائن بورڈ نظر پڑتا ہے وہ
یہی ہے کہ ہماری اس راہ میں بھٹکنے سے تمہیں
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا، کیوں وقت
ضائع کرتے ہو کیوں وقت برباد کرتے ہو
ہاں اگر اس راہ میں چلنا ہی چاہتے ہو تو تمام

خواہشات کی پوٹلی پھینک دو، مقصد صرف رضائے باری کرو۔ تمہارا مقصد صحیح ہو گیا۔ تو تمہارا ایک ایک قدم ہزاروں میل کی مسافت طے کرے گا۔ اور اگر مقصد متعین نہ ہو سکا تو پھر ہزاروں میل چلنے کے بعد بھی تم اسی اُسی جگہ کھڑے ہو گے جہاں سے چلے تھے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون جو چیز بھی تمہیں محبوب ہے جس چیز سے بھی تمہیں محبت ہے جس چیز میں بھی تمہارا دل اٹکا ہوا ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ آدمی کھائے پیئے بھی نہیں اس کے بچے نہ ہوں اور اُن کی پرواہ نہ کرے۔ یہ بات نہیں ہوتی محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک محبت کا درجہ طبعی ہے فطرتی ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع بنایا ہے کہ مزاج میں بچوں سے بیوی سے رشتہ داروں سے دوستوں سے مال و دولت سے یہ محبت اللہ نے فطرتاً اس میں

پیدا کردی ہے ایک محبت عقلی ہوتی ہے۔ سوچ سمجھ کر کسی سے
متعین کیا جاتا ہے کہ اس کو میں نہیں چھوڑ سکتا باقی تمام افراد
کو اگر اس کے ساتھ متصادم ہو جائیں تو چھوڑا جا سکتا ہے
جس طرح ہم اپنی برادری میں اپنے گھر میں روزمرّہ کا یہ معمول
ہے کہ بعض افراد کے لئے ہم ساری برادری کو چھوڑ دیتے
ہیں اُس ایک آدمی کو ہم نہیں چھوڑ سکتے بعض کسی ایک
چیز کے لئے ہم اپنی ساری دولت سے دست بردار ہو
جاتے ہیں جیسے میں نے سیاستدانوں کی مثال دی ہے کہ وہ
اپنے اس کام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ساری دولت سے آبرو
سے عزت سے دست بردار ہو جاتے ہیں کہ جو ہوتا ہے
ہوتا رہے ہم اس بات کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ہوتی ہے
محبت عقلی سوچ سمجھ کر اپنی پسند سے تو اللہ کریم فرماتے
ہیں تو جو عقلاً اور جو سوچ سمجھ کر جس کے تم مکلف
ہو اس محبت کو متعین کرلو ذاتِ باری کے لئے تو
اس کی زد میں بیشمار چیزیں آتی ہیں اس کی زد میں یہ
خواہش بھی آتی ہے کہ میں دوسروں کا پیر بن جاؤں
پیشوا بن جاؤں مقتداء بن جاؤں اس میں یہ بھی آتی
ہے کہ مجھے یہ کمال حاصل ہو جائے، وہ کمال حاصل ہو جائے
اس میں یہ بھی آجاتا ہے کہ مجھے کوئی اقتدار، وقار مل جائے
یہ ساری چیزیں جو ہیں ان کا کوئی مقام کوئی درجہ نہ رہے
انسان کی نگاہ کے سامنے اور عظمت ہونے صرف اس
بات کی کہ میں عنداللہ مقبول ہو جاؤں خواہ عندالناس
کیسا بھی رہوں لوگ مجھے اچھا کہیں یا بُرا کہیں لوگ مجھے
نیک سمجھیں یا چور سمجھیں لوگ پیشوا مانیں یا پیچھے بھی جینے
نہ دیں۔ لیکن اللہ مجھے قبول کرے اگر یہ بات بن جائے تو
تھوڑی محنت پر بھی بہت اجر مرتب ہوتا ہے اگر یہ بات
نہ بنے تو زیادہ محنت پر بھی کوئی اجر نہ ملے گا۔ چونکہ خداوند
کریم نے پابندی لگادی ہے کہ تم نیکی تک بِرّ تک محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک یا اللہ کی
طلب تک پہنچ ہی نہیں سکتے لن تنالوا البر کبھی ممکن
ہی نہیں کہ تم پہنچ سکو کوئی طریقہ ہی نہیں، کوئی راستہ ہی
نہیں تمہارے پاس کوئی ذریعہ ہی نہیں ہاں ایک ہی
ذریعہ ہے حتیٰ تنفقوا مما تحبون کہ تم اپنی تمام
محبتیں جو ہیں اس راہ میں نچھاور کردو وما تنفقوا
من شیئٍ اب تمہیں یہ گمان رہے کہ میں نے یہ بھی
چھوڑا، میں نے وہ بھی چھوڑا، میں نے وہ شے بھی
قربان کی میں نے وہ خواہش بھی قربان کی میں نے
وہ شیٔ بھی اس راہ میں ایثار کردی تو اس کی کیا قیمت
ہے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں وما تنفقوا من
شیئٍ تم جو شے بھی اس راہ میں نثار کرتے ہو،
فان اللہ بہ علیم خدا جانتا ہے کہ تم کون کون
سی رکاوٹیں عبور کر کے آئے ہو۔ وہ ضائع نہیں جائے گی
تمہاری قربانی کوئی چیز بھی اس راہ میں تم نچھاور کرتے
ہو۔ کوئی محبت بھی جو تم اس راہ میں قربان کرتے ہو وہ
ضائع نہیں جائے گی۔ فان اللہ بہ علیم خداوند کریم
اس سے پوری طرح آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ تم کیا کیا

چیزیں قربان کر کے اُس کی راہ میں اس کی طلب میں اس کے پیامبر کی طرف اس کے دین کی طرف بڑھ رہے ہو۔ لہذا ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ ہم اپنی خواہشات یا اپنی پسندیدہ چیزیں قربان کر دیں اور شاید جس کے لئے قربان کر رہے ہیں اسے کوئی خبر بھی ہے یا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اللہ ہر چیز پر ہر وقت آگاہ ہے وہ جانتا ہے وہ دیکھ رہا ہے وہ تمہاری قربانیوں کو تمہارے ایثار کو اور تمہارا جذبہ طلب کو دیکھ رہا ہے تمہارے ذمہ اپنے دل میں طلب پیدا کرنا ہے تم اپنی اُس محبت کو اس درجہ پر لے جاؤ کہ اُس کے لئے تمام چیزوں کو نثار کر سکو یہ تمہارے ذمہ ہے اب اس کو قبول کرنا اور اس پر اجر مرتب کرنا فرمایا اس کا فکر تم نہ کرو۔ اللہ کریم اس سے خوب آگاہ ہیں ہر ایک کی قربانیوں کو ہر ایک کی سعی کو دیکھتے ہیں اور اُس سے ہزاروں گنا بڑھ کر اجر دینے والے ہیں لہذا میرے بھائیو! بڑی سیدھی سی بات ہے کہ ہم سب کو اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ اپنے دل کے ساتھ اپنے آپ کے ساتھ حساب کرنا چاہیئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت سے پہلے حساب کر لو جب تم سے حساب پوچھا جائے گا۔ جب حساب کرنے والے دوسرے ہونگے اس سے پہلے اپنا حساب کر لو آپ ہم جمع تفریق کر کے اندازہ کر سکتے ہیں ہر شخص شام کو یہ دیکھ سکتا ہے کہ دن میں میں کس راہ پر سرگرداں رہا میرے کتنے کام ایسے تو جو اللہ کی طلب کے لئے تھے کتنے کام ایسے جو انانیت کی تسکین کے لئے یا اقتدار یا اپنی ہوس زر کے لئے تھے یا کسی غیر اللہ کی طلب کے لئے یا کچھ کیا ہے میں نے، اور اللہ کے لئے کیا کچھ کیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ خدا کو مشروط عبادت پسند نہیں ہے کیونکہ خدا محتاج نہیں ہے نہ کسی کی عبادت کا نہ کسی کی ذات کا تو کسی بھی عبادت کا نہ کسی بھی مجاہدے پر یہ گمان کرنا کہ یہ میں آنا کچھ نہیں ملا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے کچھ نہیں کر رہا اگر کچھ کر رہا ہے تو اُن عجائبات کی طلب میں یا اُس شے کی طلب میں کہ جس پہ وہ نالاں ہے کہ میں نے اتنی محنت کی اتنے نوافل پڑھے اتنی نمازیں پڑھیں اور مجھے یہ نہیں ہوا ان ساری چیزوں کا محاسبہ ہر شخص اپنا اپنا خود کرے تو بہتر رہتا ہے چونکہ اللہ باطن سے آگاہ ہے یا خود شخص سوچ سکتا ہے کہ میرے دل میں کیا ہے میرے بھائی اللہ آپ سب کی سختیوں کو قبول کرے اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ ضروریات شریعت کے مطابق پورا کرنا بھی خود عبادت ہے بیوی بچوں کی دیکھ بھال گھر بار کام کاج کاروبار تجارت یہ بجائے خود عبادت ہیں اُس وقت تک جب تک یہ شریعت کے مطابق ہوں لیکن یہ مقصد نہیں ہے مقصود صرف وصول الی اللہ ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

حضرت استاذی المکرم کے ارشاداتِ گرامی

رپورٹ ابو عامر

ہماری قوم کے ہر فرد کو ہی اولیاء اللہ سے بے حد عقیدت ہے کیونکہ یہی وہ گروہ ہے جو اُمت کے لیے کفر و جہالت کی اندھیر نگری میں مینارۂ نور کی سی حیثیت رکھتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں انسانیت کو طاغوتی قوتوں کے بے رحم چنگل سے چھڑایا اور جہنم کے عمیق گڑھوں سے نکال کر جنت کے راستے پر گامزن کیا۔ داتا دربار، سیہون شریف، پیر بابا صاحب وغیرہ جیسے سینکڑوں مزارات آج بھی مرجع خلائق ہیں جہاں رات دن عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ زائرین، زیارت کی غرض و غایت اور آداب زیارت سے ہی نابلد ہوں۔ اور فیضیاب ہونے کے بجائے شرک کے مرتکب ہوتے ہوں۔

یوں بھی یہ المیہ اس اُمت میں چلا آرہا ہے کہ زندگی میں تو انہی اولیائے کرام کے ہم عصروں کی اکثریت ان سے فیض حاصل کرنے سے محروم رہی۔ اُلٹا علماء نے انہیں اپنے فتووں کے تیروں کا نشانہ بنایا۔ بایزید بسطامیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جیسی برگزیدہ ہستیاں بھی کفر و گمراہی کے فتووں کی اس یلغار سے نہ بچ سکیں اور پھر انہیں کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد لوگ ان کا نام جپتے، قوالی کرنے مزار پر چادر چڑھانے جھنڈے لگانے پا پیادہ نذرانے لیکر ناچتے گاتے مزارات پر حاضری دینے کو ہی صاحب مزار سے عقیدت کے اظہار، اس کی خوشنودی اور اپنی اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھنے لگے اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ خود اس کی تعلیمات کیا ہیں یا کیا اظہارِ عقیدت کے ہمارے ان طریقوں سے وہ خوش بھی ہو رہے ہیں یا نہیں

دراصل ان ساری بے جا کاوشوں کا مقصد نہ تو اللہ کی رضا ہوتی ہے اور نہ ہی ان بزرگوں کی خوشنودی مقصود بلکہ اس طور سے اپنی ذاتی تسکین کا سبب پیدا کر لیا جاتا ہے۔

دن بدن علم سے دُوری کے باعث آج کے دَور میں سر مخبوط الحواس اور ظاہری لبادہ اوڑھ لینے والے کو ہی بزرگ کامل سمجھ لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اُمت مُسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن اللہ کریم انسانیت کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے جو ہر زمانہ میں اسباب پیدا فرماتے ہیں آج اپنی مخلوق کو بھلا کیسے بھٹکتا چھوڑتے۔ لہذا اس دَور میں بھی اللہ والوں کی کمی نہیں جو مخلوق خدا کو اس کی رحمتوں سے روشناس کراتے اور ہادیٔ اُمتؐ سے اُمت کا تعلق مضبوط کرتے ہیں۔

حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ العالیہ اس دَور کی وہ عظیم ہستی ہیں جو قرآن و سنت کے عین مطابق اُمت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ اللہ اللہ سے قلوب کو منور کروا کر تصوف و سلوک کی منازل طے کروا کے، استعداد رکھنے والے لوگوں کو دربارِ نبویؐ میں روحانی طور پر حاضر کر کے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے فیضیاب کرتے ہیں۔

دارالعرفان (منارہ) ان کی روحانی تربیت گاہ (یونیورسٹی) ہے جہاں نہ صرف ملک کے ہر گوشے بلکہ دنیا کے مختلف ممالک سے بھی لوگ آ کر آخرت کا یہ سپیشل کورس کرتے ہیں، رمضان المبارک کا آخری عشرہ گرمیوں میں چالیس روزہ پروگرام لنگر مخدوم کا سہ روزہ اور اس کے علاوہ ہر ماہ کی دوسری جمعرات چکڑالہ میں حاضر ہو کر لوگ توجہ حاصل کرتے ہیں، منارہ میں جمعتہ الوداع پر آپ نے احباب کو کچھ نصائح فرمائیں

قارئین کرام کے استفادہ کیلئے

حضرت العلّام استاذی المکرم مدظلہ کا خطبہ مسنونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدا ۔ ۔ ۔ ولا ترھقنی من امری عسرا (الکھف ۶۶ تا ۷۳)

قرآن مجید کی ان آیات میں اللہ کریم نے حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ آپ سے بڑھ کر بھی کوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ آپ نے اس معاملہ کی

نسبت اللہ کی طرف نہ کی لہذا آپ کو حکم دیا گیا کہ مجمع البحرین کی طرف ایک عالم ہے، آپ نے اپنے غلام کو ساتھ لیا۔ غلام کو فرمایا ہم نے اُن عالم سے ملنے کی خاطر ایک لمبا سفر کرنا ہے، جب تک کہ مقصود حاصل نہ ہو جائے بعد میں حضرت خضرؑ نے جب کشتی کا تختہ توڑا تو آپ نے فرمایا کیا سب مسافروں کو غرق کرنا چاہتے ہو جبکہ کشتی والے نے ہم سے کرایہ تک نہیں لیا۔ تو کیا آپ اس احسان کا یہ بدلہ چکا رہے ہیں۔ جواب میں حضرت خضرؑ نے کہا "میں نے تو پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ میرے کام دیکھ کر صبر نہیں کر سکیں گے"۔ حضرت موسیٰؑ نے عُذر کیا کہ میں دراصل بھُول گیا ہوں۔

مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت خضرؑ نے کشتی کو توڑا تو حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا، پسر نابالغ بچے کو قتل کرنے پر پھر اعتراض کیا کہ ایک نابالغ پاکیزہ نفس کو آخر کس جُرم میں قتل کیا حضرت خضرؑ نے بعد میں کہا "میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ میرے کاموں کو دیکھ کر آپ سے صبر نہ ہو سکے گا" انطاکیہ شہر میں پہنچے تو وہاں کے رہنے والوں سے کچھ کھانے کی چیز لانے کو کہا لیکن لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہاں ایک دیوار گرنے کو تھی حضرت خضرؑ نے اس کو پھر سے تعمیر کر دیا۔ تو حضرت موسیٰؑ فرمانے لگے" ان کے اس رویے کا یہ کونسا بدلہ ہے کہ مفت میں دیوار تعمیر کر دی"۔ (مفسرینؒ لکھتے ہیں بربر قوم کی ایک بوڑھی عورت نے کھانا لا کر دیا) حضرت خضرؑ نے فرمایا ھذا فراق بيني وبينك، پس آپ کا اور میرا ساتھ ختم۔ ویسے میں بھی تو آپ سے پوچھوں کہ آپ کی والدہ نے بچپن میں آپ کو جب صندوق میں بند کر کے بغیر کسی کشتی کے جب دریا میں ڈالا تھا تو آپ کی کس نے حفاظت کی، لیکن اب کشتی کا ایک تختہ ٹوٹنے پر آپ کو اعتراض ہے۔ قتل کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے بھی تو ایک اسرائیلی کی حمایت میں ایک قبطی کو مار دیا تھا۔ آپ کے اور ہمارے اس قتل میں تو بڑا فرق ہے۔ ہم نے اس بچے کے والدین کا ایمان بچانے کی خاطر یہ کاروائی کی ہے اور وہ بھی بامر اللہ۔ پھر اعتراض کیونکر ہُوا۔ اُجرت کے مسئلہ میں فرمایا "آپ جب مدین گئے وہاں حضرت شعیبؑ کی بکریوں کو پانی پلایا انھوں نے آپ کو اُجرت دینا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا۔ اب میں نے جو کام کیا ہے وہ بے حد اہم تھا اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن ہے جو نیک والدین نے اپنے بچوں کے لئے محفوظ کر رکھا تھا، دیوار کے گر جانے سے کوئی اور لے لیتا، تو یہ ایک نیکی کا کام تھا"

دراصل حضرت موسیٰؑ کا علم شریعت ظاہریہ کا پابند تھا، جبکہ حضرت خضرؑ کا علم اسرار و رموز امور مخفیہ سے تھا۔ شریعت کے مطابق ہوتا تو کبھی اعتراض نہیں کرنا چاہیئے تھے کیونکہ ان کو ان اُمور کا

عالم ہی نہ تھا۔ ان کو دکھ بھی یہی تھا کہ جس علم کے اثرات بھی آپ برداشت نہیں کرسکتے تو وہ سیکھیں گے کیسے ؟ آج علماء کا بھی یہی حساب ہے۔ تصوف و سلوک کو سمجھتے ہیں لیکن صوفیوں پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، پچھلے دنوں ایک عالم میرے پاس آئے۔ کشف الہام پہ اعتراض کرنے لگے۔ میرے سمجھانے پر کہنے لگے الحمد للہ آپ نے تو ایک حقیقت سے پردہ اٹھا کر میرا ایمان ہی تازہ کردیا ہے۔ میں نے انھیں بتایا مطلقاً کشف و الہام کا انکار تو کفر ہے، شریعت تو تمام کی تمام کشف و الہام سے آئی ہے، نبی تمام احکام باطنی طریقے سے کہ ظاہری ذرائع سے پہنچا تا ہے اللہ سے احکام کیسے حاصل کئے جاتے وہ تو ماورٰی الورٰی ہے کانوں کی شنوائی آنکھوں کی بینائی نہ عقل کی رسائی وہاں تک ممکن ہے تو نبی باطنی طریقہ سے لیتا ہے کشف کے انکار سے تو ساری شریعت ہی گئی ۔ احکام گئے بلکہ سب کچھ گیا"۔

حضرت جبرائیلؑ کیا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھ کر پڑھتے اور پھر آکر محمد رسول اللہ ؐ کو سنایا کرتے تھے، وہ بھی تو تلقیٰ روحانی سے حاصل کرتے تھے جب وہ حضورؐ کو سناتے تھے تو حضورؐ کو حکم تھا لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ جب وحی شروع ہو تو آپ جلدی اسے یاد کرنے کی کوشش نہ کریں زبان تک کو جنبش نہ دیں نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک نزولِ وحی کے وقت آنکھیں کان زبان سب بند ہوتے صرف دل سنتا :۔

تصوف، طریقت، حقیقت اور معرفت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :۔

شریعت علم اور مجموعہ احکام کا نام ہے۔ احکام ظاہری ہوں یا باطنی، متقدمین صوفیا اور علماء سب اس پر متفق ہیں کہ شریعت اور فقہ ایک ہی چیز ہے۔ اصطلاحاً نام دو ہیں، امام اعظمؒ فقہ کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ معرفت النفس مالھا وما علیھا کہ نفس کی پہچان اس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کا بیان اور پہچان اس لئے تمام احکام کا مجموعہ اس میں آگیا متاخرین علماء نے احکام ظاہریہ کو فقہ اور احکام باطنیہ کو تصوف کا نام دیدیا۔ تصوف و شریعت گویا ایک ہی چیز ہے طریقت ان ذرائع و وسائل کو کہتے ہیں جن سے شریعت کے ظاہری یا باطنی احکام حاصل کئے جاتے ہیں، مثلاً درس و تدریس، تبلیغ و تصنیف وغیرہ طریقت گویا وہ رستے ہیں جن پر چل کر شریعت تک پہنچا جائے۔

- **تصوف** رضائے الٰہی کے حصول کا نام ہے کہ جن ذرائع سے اللہ کی محبت حاصل ہو۔ اُسکی رضا اللہ کی عبادت اور محمد رسول اللہ ؐ کی اطاعت میں ہے۔ نہ کہ کشف وغیرہ ۔ قل ان کنتم ۔ ۔ ۔ یحببکم اللہ

● **حقیقت** : علم اصل میں کسی چیز کی صورت ذہن میں لانے کا نام ہے یا نفس اس کی صورت کو قبول کرے ۔ صورت اور چیز ہے اور حقیقت اور ۔ نماز کی صورت مسلمانوں کو حاصل ہے ، لیکن حقیقت صوفیاء کو عوام الناس کا ایمان تقلیدی ہے جو کسی کے شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے ۔ اسی لئے پرویزیوں اور قادیانیوں کے عقائد لوگ قبول کر لیتے ہیں ۔ استدلالی ایمان یہ ہے ۔ کہ کوئی آکر خبر دے کہ فلاں جگہ ڈپٹی کمشنر آئے ہوئے ہیں ، کاروں اور لوگوں کا ہجوم نظر میں نے دیکھا ہے تو یہ ڈی ۔ سی کے آنے کی دلیل ہے ، تیسرا کشفی ایمان ، کہ کوئی اندر جا کر دیکھے کہ ڈی ۔ سی صاحب بیٹھے ہیں ۔ اب اس کو لوگ لاکھ کہیں کہ نہیں آئے لیکن چونکہ وہ تو حقیقت سے واقف ہے ۔ آج مسلمانوں کی گمراہی کا سبب یہی ہے کہ نہ تو حقیقت ہی حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے اللہ کے بندے کی ہی تلاش جو انہیں حقیقت تک پہنچائے ، شریعت طریقت اور حقیقت تینوں کے حاصل ہو جانے کے بعد ہی معرفت حاصل ہوتی ہے ۔ جس سے پختہ یقین حاصل ہوتا ہے ۔ اس سے یقین و اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔

کسی شاعر صوفی نے ایک شعر میں فقیر کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے :-

الفقیر فناء فی ذاته وفراغه من ذاته وصفاته

فقیر چار الفاظ سے مرکب ہے ۔

ف : سے مراد اللہ کی ذات میں فنا ہو جانا جس طرح وہ حکم دے کرنا اس کی نعمتوں کی طرف نہیں دیکھنا ۔

ق : قوت قلبه لحبیبه و یتوب لله فی مرضاته

طاقت و قوت اللہ کی طرف سے جو کچھ حاصل ہے اس کو اللہ ہی کی رضا کے حصول میں لگائے

ی : یرجوا ربهٗ ویخافهٗ ۛ ویتوب اللہ حق تقاته

اللہ کی رحمت سے امید رکھنا اور اسی سے ڈرنا کیونکہ الایمان بین الخوف والرجاء زندگی میں خوف کا غلبہ رہے اور موت کے وقت اللہ کی رحمت کی امید ہو لیکن ایمان بھی پہلے ضروری ہے ،

ر ۔ والراء رقت قلبه وشغاءه ورجوع لله عن شهواته

قلب میں رقت اور خواہشاتِ نفسانی سے رجوع کر کے اللہ کی رحمت کی طرف لوٹ آنا

پھر سب احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا!

آپ لوگ جہاں بھی رہیں اپنا کام خوب کریں۔ لیکن اللہ اللہ بھی کرتے رہیں۔ خلوص اور استقامت ضروری شرط ہے۔ کئی لوگ اس راہ میں ناکام رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ابتداءً انھوں نے خلوص سے شروع نہیں کیا ہوتا۔ مختلف ارادے لیکر آتے ہیں وہ مقصود پورا نہ ہوا تو چھوڑ بیٹھے۔ اس کام میں خلوص اور للہیت شرط ہے کامیاب ہونے کے لئے۔

دوسرا: ہر شخص میں اللہ نے جو استعداد رکھی ہے اسکو اُتنا ہی فائدہ ممکن ہے ابوطالب زندگی بھر حضورؐ کے ساتھ رہے لیکن استعداد نہ ہونے کے سبب خالی رہے۔

تیسرا: محنت کی جائے، شریعت کے احکام کی مکمل پابندی کی جائے۔ شیخ سے قلبی خلوص ہو، کیونکہ شیخ کی توجہ ہی سے سارے منازل طے ہوتے ہیں۔

آخر میں فرمایا

منارہ میں ہمارا یہ قیام محض اُخروی زندگی کو درست کرنے۔ دین کے سیکھنے کے لئے ہے لوگ دنیاوی اغراض و مقاصد رکھنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لایا کریں۔ تعویذ گنڈے کرنے والے کافی ہیں ان کی دکانیں چلتی ہیں۔ وہیں جایا کریں۔

جس کو دین کی کوئی غرض ہے نہ سمجھ۔ اس کو اس وقت تک مت لائیں۔ جب تک کہ اسکی نیت وارادہ ٹھیک نہ ہو، بعض لوگوں کو کشف تو ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان کے کام شریعت کے خلاف ہوں تو آہستہ آہستہ یہ کیفیت ختم ہو جائے گی۔ یہ انعام محض بزرگی کے اظہار کا ذریعہ نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

المرشد کا مطالعہ آپ کے علم میں اضافہ کا باعث ہے۔

چراغِ مصطفویؐ

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم، اے عربی اسلامیات ——— (مسلسل)

(۱) عن سهل بن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما فیها۔

ترجمہ: "حضرت سہلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن دفاع، دُنیا و ما فیھا سے بہتر ہے"

یہ امر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کہ جب اس کے سامنے دو چیزیں ہوں اور اسے اس بات کی آزادی ہو کہ ان میں سے جو چاہے انتخاب کرے تو وہ لازماً اسی چیز کا انتخاب کرے گا جو اس کے خیال میں ان دونوں سے بہتر ہو۔ یہ اور بات ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے اس کا فیصلہ غلط بھی ہو سکتا ہے مگر وہ جان بوجھ کر ادنیٰ اور گھٹیا چیز کو ایک بہتر چیز کے مقابلے میں قطعاً قبول نہیں کرتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے اس فطری داعیہ کی تسکین کے لئے اس کے سامنے دو امور رکھ دئے پھر اپنی رحمت للعالمینی کی بنا پر یہ کرم فرمایا کہ ان دو میں سے نسبتاً بہتر پہلو کی نشاندہی فرما دی تاکہ انسان کے ذہن پر فیصلہ کرنے کا بوجھ نہ رہنے پائے یا وہ اپنی ناقص عقل کی وجہ سے انتخاب کے معاملے میں ٹھوکر نہ کھا جائے۔

ان دو میں سے ایک چیز "دنیا و ما فیھا" ہے اس چیز کی وسعت کا اندازہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس میں انسان کی تمام بنیادی ضروریات، تعیشات، مرغوبات اور محبوب اشیا اور شخصیں آ جاتی ہیں۔ انسان کی اپنی ذات اس کی زندگی صحت، اس کے لباس غذا اور رہائش کی ضروریات

اس کے بیوی بچے عزیز رشتہ دار اور دوست، مال دولت، عزت و اقتدار غرض کوئی ایسی مرغوب چیز نہیں جو انسان تصور میں آئے اور وہ دُنیا و مافیہا کے دائرے سے باہر ہو۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ کوئی نرا فلسفہ نہیں اور صرف تمنا یا خواہش تک محدود نہیں بلکہ انسان کی ساری تگ و دو اور انسان کی ساری محنت اسی دُنیا و مافیہا کے حصول کے لئے ہوتی ہے، لہٰذا یہ بڑی قابلِ قدر نہایت ضروری اور قیمتی دولت ہے، مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "دنیا و مافیہا" جس صورت میں بھی ہو، عارضی ہے وقتی ہے اور فانی ہے اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

دوسری طرف ایک نہایت اعلیٰ چیز رکھ دی اور وہ ہے اللہ کی رضا۔ اور اس کے حصول کا طریقہ نہایت آسان اور سادہ کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا دفاع۔ کتنی تھوڑی محنت اور کیسا بڑا صلہ۔ مزدوری دیکھو اور اس کی اُجرت دیکھو۔ واقعی یہ رب کریم کی ہی شان ہے۔

لفظ دفاع کے مفہوم میں جو وسعت پائی جاتی ہے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا، دفاع ہوتا ہے کہ کسی حملہ آور کے مقابل کھڑے ہو کر اس کے وار کو روکنا اور اپنی جمعیت کی حفاظت کرنا۔ اللہ کے رستے میں دفاع کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین پر اللہ کے دین کے محافظوں پر باطل کے مورچے سے جو حملہ ہو اسے بے اثر کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ کے دین کے محافظوں پر حملہ بھی دراصل اللہ کے دین پر حملہ ہوگا۔ اس صورت میں دفاع سے مراد جہاد فی سبیل اللہ میں عملاً حصہ لے کر دشمن کے حملے کا جواب دینا یا اپنی فوج کی پاسبانی کرنا اور اللہ کے دین پر حملہ کی ایک صورت ہے۔ یعنی استدلال سے زورِ بیان سے نشر و اشاعت کے ذریعے اللہ کے دین پر حملہ کیا جائے۔ اس کے دفاع کی صورت بھی اسی کے مطابق فکری ہوگی یعنی قوی دلائل سے باطل کی تردید کی جائے اور دینِ حق کی حقانیت ثابت کی جائے زورِ بیان سے زورِ قلم سے حق کا دفاع کیا جائے اور باطل کے ہر نظریے اور ہر دلیل کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔

دفاع کا یہ پہلو کوئی کم اہمیت نہیں رکھتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلو کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کی نشاندہی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقہ کے باشندوں کو خبردار کرتے"۔ (۹ : ۱۲۱)

اللہ کی رضا کے حصول کا پہلو عارضی نہیں دائمی ہے، وقتی نہیں ابدی ہے، فانی نہیں باقی ہے لہذا ثابت ہوا کہ فانی کے مقابلے میں یہ غیر فانی پہلو قابلِ ترجیح ہے۔ اور واقعی دُنیا و ما فیہا سے کہیں بہتر ہے اور اگر سچے دل سے پورے خلوص سے صحیح لگن سے اللہ کی راہ میں ایک دن کے لئے دفاع کر لیا جائے تو یہ دولت لازوال حاصل ہو سکتی ہے۔ ع۔

بیا ور بدگر اینجا بود سخنداں نے

---

(۲) عن ابی عبس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار۔

ترجمہ: "حضرت ابو عبس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہوئے اسے آگ نہیں چھوئے گی"

انسان جو کام بھی کرتا ہے سب سے پہلے اس کے دل میں اس کے کرنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور ہر ارادہ کا محرک یا کسی نفع یا فائدے کی توقع ہوتی ہے جسے جلب منفعت کہتے ہیں یا کسی نقصان یا خطرے سے بچنا مقصود ہوتا ہے جسے دفعِ مضرت کہتے ہیں۔ یا یہ دونوں جذبے ملے جلے ہوتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں سے دوسرا محرک یعنی نقصان سے بچنے کے لئے کوئی کام کرنا زیادہ قوی ہوتا ہے۔ کیونکہ نفع حاصل کرنے میں ایک چیز کے اضافے کی توقع ہوتی ہے جو کچھ پاس موجود ہے اسے تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا لیکن نقصان سے بچنا انسان اس لئے ضروری سمجھتا ہے کہ اس صورت میں موجودہ سرمائے میں کمی ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے یہ محرک زیادہ قوی ہوتا ہے۔

پھر نفع اور نقصان کی دو صورتیں ہیں۔ ایک عارضی دوسرا مستقل، ظاہر ہے کہ عارضی کے مقابلے مستقل اور دائمی نفع و نقصان زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور زیادہ قابلِ توجہ ہوتا ہے اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستقل نقصان اور دائمی مصیبت کی نشاندہی فرماتے ہوئے اس سے بچنے کی تدبیر بیان فرما دی ہے۔ وہ مستقل مصیبت جہنم کی آگ میں جلنا ہے کون ہے جسے یہ پسند ہو کہ وہ ہمیشہ آگ میں جلتا رہے اور کون باہوش انسان ہے جسے اس کی فکر نہ ہو کہ وہ کسی صورت آگ سے بچ جائے۔

اس آگ سے بچنے کی تدبیر یہ بیان فرمائی کہ جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اسے آگ میں جلنا کیسا آگ اسے چھوئے گی بھی نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ کونسی ہے اللہ کی راہ وہی ہے جو محمد رسول اللہؐ کی راہ ہے۔ اور اس راہ کی نشاندہی خود اللہ نے فرما دی جیسا کہ سورۃ یوسف میں ارشاد فرمایا۔

قل ھٰذہٖ سبیلی۔ ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی الخ

"یعنی اے میرے حبیب! ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میرا رستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، خوب سمجھ بوجھ کر میں بھی لوگوں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیرو بھی" (۱۲ : ۱۰۸)

اور اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اس راہ پر چلنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

واتبع سبیل من اناب الی (۳۱ : ۱۵)

" اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کے پیچھے چلنا"

معلوم ہوا کہ اللہ کا راستہ وہ ہے جو حضور اکرمؐ نے دکھایا جس کا نام اسلام ہے اور جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے دوٹوک فیصلہ فرمایا کہ انّ الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کے نزدیک پسندیدہ راہ اسلام کی راہ ہے"

اس راہ پر چلنے کو محاورہ کی زبان میں ارشاد فرمایا کہ جس کے قدم اس راہ میں غبار آلود ہوئے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس مشینی دور میں آمدورفت کے ایسے وسائل میسر آ چکے ہیں کہ انسان دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کر لیا جائے اور اس کے قدم غبار آلود نہ ہوں۔ یعنی گھر سے ایئرکنڈیشنڈ کار میں بیٹھے، ایئرپورٹ پر پہنچ کر طیارہ میں بیٹھے اور کہیں سے کہیں پہنچ گئے قدم تو غبار آلود مطلق نہ ہوئے۔ پھر یہ صلہ کیونکر ملے گا"

تو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اس محاورہ سے مراد مطلق سفر کرنا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ کی راہ میں چلنے کی صورت کیا ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً:۔

(۱) اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے لئے اور اس کی

تعلیم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا۔

۲۔ لوگوں کو دین کی دعوت دینے اور اشاعت اسلام کے لئے سفر کرنا۔

۳۔ عملاً دین کے احکام پر چلنے کے لئے تربیت حاصل کرنے کی خاطر کسی تربیتی مرکز میں جانا۔

۴۔ دین کے دشمنوں کے حملوں کو روکنے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی صورت میں سفر کرنا۔ اور دین کا دفاع کرنا۔

۵۔ دین کے دشمنوں کی سرکوبی کے لئے ان پر حملہ کرنے کے لئے سفر کرنا۔

۶۔ مصائب میں گھرے ہوئے اللہ کے بندوں کی مدد کے لئے جانے کی خاطر سفر کرنا وغیرہ۔

اس قسم کے ہر سفر میں اللہ کی رضا کی خاطر پورے خلوص نیت سے ایک قدم بھی چلنا دراصل اللہ کے قرب اور اللہ کی رضا کی طرف چلنا ہے اللہ تعالےٰ جس کو جس رنگ میں قدم اٹھانے کی توفیق دے دے کیونکہ ع

قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

المرشد کے

قارئین کرام کی خدمت میں

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ "المرشد" کا نیا سال محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے لہذا ماہنامہ المرشد کا سابقہ سال کا سالانہ چندہ اگر آپ کے ذمہ ہے تو مہربانی فرما کر ادا فرمائیں اور نئے سال کا چندہ بھی بھیج دیجئے

(ادارہ)

ضبط نفس

ابوسعید

نفس انسانی کی خاصیت کی نشاندہی قرآن کریم میں ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ

ان النفس لامارة بالسوء

"یعنی نفس تو برائی سکھاتا اور برائی کی ترغیب دیتا ہے"

اس ترغیب کی صورت کیا ہوتی ہے؟ یہی کہ دل میں نامناسب ولولے اور ناروا خواہشیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اور انسان کی سب سے بڑی خواہش یہی تو ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کی ہر خواہش پوری ہو، اور لطف یہ ہے ہر خواہش پوری ہونے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی نفس کی اس کیفیت کو کیا خوبی سے بیان کیا گیا ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ ناروا خواہشیں اور یہ نامناسب ولولے عموماً دو صورتیں اختیار کرتے ہیں اوّل یہ کہ انسان فانی لذتوں پر مرتا ہے دوم یہ کہ کسی بلند مقصد کے لئے محنت کرنے سے کتراتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں شرف انسانیت کے منافی اور فرد اور جماعت کے حق میں نہایت مہلک امراض ہیں اور ظاہر ہے کہ مرض خواہ کتنا معمولی ہو جب تک اس کے علاج کی فکر اور تدبیر نہ کی جائے سکون و اطمینان میسر نہیں آسکتا، چنانچہ نفس کے ہر مرض کے علاج کی تدبیر کا نام "ضبط نفس" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تدبیر یا ضبط نفس کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ۔

"یعنی جو شخص دنیا کی زندگی میں اپنے رب کے سامنے پیشی سے ڈرے

اور نفس کو حرام خواہش سے روکے پھر جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ گویا نفس کو حرام خواہشوں سے روکنے کا نام ضبط نفس ہوا۔ یہ بعینہ وہی صورت ہے جیسے کوئی ذی ہوش انسان اپنے آپ پر قدغن لگا دے کہ زہر نہیں کھاؤں گا اس قدغن، اس ضبط اور اس کنٹرول کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے یہ صورت تو کبھی سامنے نہیں آئی کہ کوئی شخص یہ شکایت کرے کہ مجھے زہر کھانے سے روک کر میری آزادی چھینی جا رہی ہے۔ مگر بڑے دکھ کی بات ہے کہ انسان کی ناروا خواہشات کی راہ میں اگر کوئی مناسب رکاوٹ کھڑی کی جائے تو ایسا کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اس کے خلاف انسان سراپا احتجاج بن جائے، حالانکہ یہ کام تو خود انسان کے اپنے کرنے کا ہے اس سے غفلت برتنا دراصل زہر کھانے کے مترادف اور اپنے آپ کو بلکہ پورے معاشرے کو تباہی سے ہمکنار کرنے کی ناروا کوشش ہے جس کے مناظر معاشرے میں پھیلتے نظر آ رہے ہیں یہ ڈاکے اور چوریاں، یہ رشوت کی گرم بازاری، یہ غبن اور خورد برد کے سھوک واقعات، اندر اور باہر سے ضبط نفس سے غفلت برتنے کے نتائج نہیں تو اور کیا ہے

ضبط نفس کی اہمیت کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتا ہے کہ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ یعنی فلاح کامیابی سکون واطمینان کا دارو مدار تزکیۂ نفس پر ہے اور ناکامی نامرادی، پریشانی اور بے چینی کا سبب صرف ایک ہے کہ آدمی نفس کو بے لگام چھوڑ کر کسی قسم کی پابندی قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو اور یوں اس قیمتی سرمایہ کو مٹی میں ملا کے رکھ دے اور تزکیہ نفس کی تدبیر یہ ہے کہ خواہشات پر کچھ ایسی پابندیاں لگا دی جائیں کہ انسان خواہش پرستی کے جال میں پھنس کر بے راہ نہ ہونے پائے۔

مگر یہ پابندی کون لگائے؟ کیا انسان خود اپنی عقل سے خواہش کے حسن و قبح کا فیصلہ کرے، یا کسی اور جگہ سے اس سلسلے میں رہنمائی حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ انسان کی عقل نارسا ہے کوئی انسان عقل کل نہیں لہذا مناسب یہی ہے کہ یہ پابندیاں خالق انسان ہی لگائے جو حقائق کا خالق بھی ہے اور حقائق کا ذرہ ذرہ علم بھی رکھتا ہے۔ پس ضبط نفس سے مراد یہ ہوئی کہ انسان، نیک و بد کا معیار اپنی پسند کو قرار نہ دے بلکہ اپنے خالق کی پسند و ناپسند کو قرار دے۔ بلکہ اپنے خالق کی پسند ناپسند کو نیک و بد مفید و مضر اور جائز و ناجائز کا معیار ہوا قبول کرے۔

دیکھتا چلا گیا

سیلانی کے قلم سے

۱۔ ایک پولنگ سٹیشن پر حالیہ انتخابات کے سلسلے میں ووٹ ڈالے جارہے تھے، ایک حلقہ کے اُمیدوار اپنے حق میں ووٹ ڈالنے کے لئے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔

اُمیدوار ووٹر :۔ جناب! یہ پرچی ہے میرے ووٹ کا اندراج کر کے مجھے چٹ دیجئے۔

افسر متعلقہ :۔ ووٹر کے کوائف درج کر کے کاپی۔ اُمیدوار ووٹر کی طرف بڑھاتا ہے۔ جناب... صاحب یہاں دستخط کر دیجئے۔

اُمیدوار ووٹر :۔ اپنے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا آگے بڑھاتا ہے کہ جناب میرا انگوٹھا لگا لیجئے

افسر متعلقہ : ظریفانہ انداز میں کہتا ہے واقعی جناب دستخط کرنے والوں کو تو نفیس بن جانا چاہیئے۔ انگوٹھا لگانے والوں کو تو یہی کام سجتا ہے، جس کے لئے آپ کھڑے ہوئے ہیں۔

آہ بیچارا اسلام! اس کی بیکسی اور کس مپرسی کا کیا کہنا آج اس کے نفاذ کے لئے جو نمائندے سامنے آرہے ہیں۔ ان کی اہلیت اور صلاحیت کا معیار یہ ہے کہ وہ انگوٹھا لگانا جانتے ہوں ہو لیا شریعت کا نفاذ... اور ہو لیا اسلام نافذ!

آگے آنے کے لیئے اسلام کا وہ ابدی قانون کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ مغربی جمہوریت کے سیلاب میں بہہ گیا ؏

اب اسے ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

۲۔ ایک صوبائی سیکریٹریٹ کے احاطے میں ایک عالیشان مسجد ہے اس کی تعمیر، آرائش، صفائی

ایک سے ایک بڑھ کر جاذب نظر ہے۔ حتیٰ کہ اس کے طہارت خانے اور وضو کی جگہ صفائی اور جاذبیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ اس احاطے کے اندر کام کرنے والے اور رہنے والے لوگوں کے جمالیاتی ذوق کا عمدہ نمونہ ہے۔

اس کی دیواروں پر ایک جگہ نہیں کئی جگہوں پر جلی حروف میں ایک ہی عبارت لکھی ہے، سرخ پینٹ سے قریبًا ایک انچ موٹائی کے حروف ہیں۔ الفاظ یہ ہیں :-

"اپنے جوتوں کی حفاظت خود کیجئے"، حیرت ہوئی کہ کیا اس احاطے میں ایسے لوگ بستے ہیں کہ عبادت کے لئے اللہ کے گھر میں آنے والے لوگوں کے جوتے بھی ان سے محفوظ نہیں صدر دروازے پر سنتری موجود ہے اس لئے کسی باہر کے آدمی کا احاطہ میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس اہتمام سے یہ انتباہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس۔ کیا اس طبقے کے کردار کی صحیح صورت پیش کی گئی ہے۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز پڑھنے والے ہی جوتے چراتے، یا نمازیوں کو نماز میں مشغول پاکر بے نماز جوتے چرانے آ جاتے ہیں۔ پہلی صورت دل کو لگتی نہیں گو کہنے والے تو یہاں تک کہہ گئے کہ ؎

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے
مسجد میں آکے جیب ہماری کتر گئے

مگر یہ محض شاعروں کے چونچلے ہیں آدمی عبادت کے لئے آئے اور جوتے چرانے کا دھندا کرنے لگے اس میں کوئی تک نہیں۔

دوسری صورت بھی ذرا پیچیدہ نظر آتی ہے۔ ہر آنے جانے والے کو سنتری کی دقیقہ رس نگاہوں کے سامنے صدر دروازے سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہذا جوتے پہنے ہوئے جوتے اٹھا کر جانے والا جا کیسے سکتا ہے۔ بہرحال یہ عقدہ حل طلب ضرور ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں آدمی عبادت بھی کرے اور جوتوں کی حفاظت بھی کرے اس کی عملی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ اگر سامنے رکھے تو جب وہ سجدہ میں جائے گا تو حفاظت کی صورت کیا ہوگی۔ اور مشکل یہ ہے کہ سجدے کے بغیر تو صرف نماز جنازہ ہی ہوتی ہے اس لئے حفاظت کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ جوتے کپڑے میں لپیٹ کر کمر سے باندھ لے۔ اور یہ

صورت ایک لحاظ سے قابل عمل بھی ہے۔ کیونکہ اس ماحول کے صاف ستھرے راستوں پر چلنے سے جوتوں سے ساتھ نجاست کی آلائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ مسجد کو قوم کے اخلاق اور اس کی دیانت کا مزار سمجھ کر لوح مزار کے طور پر یہ کتبہ لگا دیا گیا ہو۔ "کہ اپنے جوتوں کی حفاظت خود کیجئے"

ع 'اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں'۔

۳۔ ایک خبر: سوڈان کے صدر جعفر نمیری نے ملک میں کامل طور پر شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ عوام نے جلوس اور نعروں کے ساتھ اس اقدام کا خیر مقدم کیا خوشیاں منائی گئیں۔

دوسری خبر: امتناع شراب کا حکم فوری طور پر نافذ ہوا شراب کے مٹکے دریائے نیل میں بہائے گئے۔ شراب کی بوتلوں پر پولیس نے بل ڈوزر چلائے، چورا چورا کیا اور سارا ملبہ دریا کی نذر کر دیا گیا

خبر عجیب ہے اور پبلک کا ردعمل اس سے بھی عجیب تر۔ یوں تو سارے مسلمان ممالک پسماندہ شمار ہوتے ہیں مگر سوڈان کے پسماندہ ہوتے میں تو کسی شبہ کی گنجائش ہی نظر نہیں آتی۔

سب سے پہلے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوڈان کے عوام نے آزادی کے حصول کے وقت یہ نعرہ قطعاً نہیں لگایا ہوگا کہ سوڈان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ ورنہ نفاذ شریعت کا اعلان سنکر اتنی خوشی نہ ہوتی

پھر اُس ملک میں دانشور قسم کی مخلوق بھی نہیں پائی جاتی جو اپنی تحقیق کا ماحصل یہ بیان کرتے کہ نفاذ اسلام کے لیئے حالات سازگار نہیں پہلے حالات سازگار بنا لو پھر شریعت نافذ کرنا یعنی بیمار کو تندرست ہونے دو پھر دوا دینا۔

پھر صدر نمیری کو ایسے مشیر بھی نہیں ملے جو مشورہ دیتے کہ نفاذ اسلام میں اصول تدریج ملحوظ رکھیں۔ ایک دم یہ اقدام کرنا خلافِ اصول اور خلاف عقل ہے۔

پھر وہاں کی بیگمات بھی ایسی پسماندہ ہیں کہ صدر کے اعلان کے خلاف کوئی جلوس ہی نہیں نکالا۔

پھر وہاں کے لوگ کور ذوق ہیں اپنے ہاتھوں سے شراب کے مٹکے دریا کی نذر کرنے لگے کسی ایک فرد کو بھی یہ کہنے کی توفیق نہ ہوئی کہ:۔ ے

اے محتسب نہ پھینک میرے محتسب نہ پھینک
ظالم! شراب ہے ارے ظالم! شراب ہے

اور کسی رند بلا نوش نے مستی میں آکر اتنا بھی نہ کہا کہ ع

مے ہے مگس کی قے نہیں ہے

اور وہاں کوئی C D A بھی نہیں کہ اس کا کوئی ڈائریکٹر شراب کو اپنے گھر میں محفوظ کر لیتا۔ اور وہاں سینما کے کاروبار کا معیار بھی نہایت پست ہے کہ لوگوں کو نفاذ شریعت کی ایکٹنگ کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا اسی پر اکتفا کر لیتے۔

دیکھئے وہاں کی انتظامیہ صدر کے حکم کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔
اور دیکھئے دوسرے مسلمان ممالک اپنی پسماندگی کا ثبوت کب اور کیونکر دیتے ہیں۔
مگر ع: یہ کام ان کا ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد

"المرشد" کے قارئین کرام سے التماس

جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ دینی اور اصلاحی ماہنامہ حضرت استاذی المکرم مولانا اللہ یار خانصاحب دام فیوضہم العالیہ کی سرپرستی میں جاری ہے اور اس کی عمر صرف ۴ سال ایک ماہ ہے۔ اس کی توانائی اور بقا کے لئے مادی ضروریات بھی ہیں جو کہ آپ حضرات کے تعاون سے ہی پوری ہو سکتی ہیں جہاں آپ اپنے کاموں کے لئے سرگرداں رہتے ہیں وہاں المرشد کے لئے بھی پوری لگن سے کام کیجئے مثلاً
(۱) چندہ باقاعدگی سے ادا کیجئے (۲) ہر خریدار کم از کم دس خریدار اپنے ذمہ لیں یعنی بنائیں۔
(۳) تاجر حضرات اشتہارات سے نوازیں اور اپنے ہم خیال تاجر حضرات کی توجہ اس طرف دلائیں۔
(۴) پڑھے لکھے حضرات مضامین ارسال کیا کریں اور اس کی تحریری سرپرستی فرمائیں۔ اُمید ہے کہ آپ ہماری اس التماس پر اظہار ہمدردی فرما کر اگلے شمارہ میں اپنی آراء اور توجہ سے نوازیں گے تاکہ آپ کی توجہ اور تعاون سے یہ دینی کام چلتا رہے۔

"ادارہ"

نفس کے اسرار و رموز

فیض الرحمان

نفس کی حقیقت

"دلائل السلوک" میں نفس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ نفس کا لفظ یا تو نفاست سے ہے تو بوجہ خرافت و لطافت کے نفس کہا جاتا ہے، یا تنفس سے ہے، تو بوجہ سانس کی آمد و شد کے نفس کہا جاتا ہے۔ اگر آنے جانے کی صفت کی وجہ سے نفس سے مراد روح لی جائے تو یہ اس لئے درست ہے، کہ نیند کے وقت روح خارج ہو جاتی ہے، پھر لوٹ آتی ہے۔ علامہ ابو القاسم سہیلی نے روض الانف میں بحث کی ہے کہ روح اور نفس شئے واحد ہے۔ تغائر بوجہ اوصاف کے ہے، یا باعتبار ذاتیت کے تو روح ہے، جب فرشتہ ماں کے پیٹ میں پھونکتا ہے، روح ہے، جب پیدا ہوتا ہے اور کسب اخلاق و اوصاف حمیدہ یا ذمیمہ کرتا ہے اور مصالح بدن میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر لفظ نفس بولا جاتا ہے، قبل از اکتساب اوصاف روح پر لفظ نفس کا بولنا ٹھیک نہیں۔ یہ اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے۔ تو اس میں صفت غفلت اور شہوت پیدا ہو جاتی ہے تو اس پر لفظِ نفس کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ نفس کا فعل بھی غفلت اور شہوت ہے۔ نفس کی صفتِ غفلت اور شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ان رذائل کو قلت طعام، قلتِ کلام، تخلیہ اور تقویٰ سے کم کیا جا سکتا ہے ان رذائل کی کمی کا نام اصطلاحِ صوفیہ میں سکون ہے، سکون کے تین مدارج ہیں۔

اوّل: سکون کامل و تام، یہ درجہ اطمینان نفس کا ہے

سکون کے تین مدارج ہیں ۔اس درجہ میں نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔ دوم سکون غیر تام وغیر کامل، یہ نفس لوّامہ ہوُا۔ سوم: عدم سکون (مطلقاً) یہ نفسِ امّارہ ہوُا۔

کشف المحجوب میں درج ہے کہ لُغت کی رُو سے نفس کے معنی کسی چیز کا وجود اور اس کی حقیقت وذات ہیں ۔کسی گروہ کے نزدیک اس کے معنی روح اور کسی جماعت کی رائے میں مروّت ہیں ۔کوئی فریق اسے جسم سے تعبیر کرتا ہے اور کوئی خون سے ۔لیکن محققین صوفیا ان میں سے کوئی بھی معنی مراد نہیں لیتے ، البتہ وہ تمام اس امر پر متفق ہیں کہ نفس شر کا سرچشمہ اور برائی کا راہنما ہے ۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ ایک عینی شے ہے ۔جو جسم میں روح کی طرح ودیعت کی گئی ہے ۔بعض لوگ کہتے ہیں ۔کہ یہ زندگی کی مانند ایک صفت ہے باایں ہمہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ پست اخلاق اور قبیح افعال کا اظہار اسی کی وجہ سے ہوتا ہے اوّل معاصی گناہ کے افعال ، دوم مذموم اخلاق مثلاً تکبّر حسد ، بخل ، غصّہ ، کینہ وغیرہ جو شرع وعقل کے لحاظ سے ناپسندیدہ ہیں ریاضت کرکے یہ اوصاف دفع کئے جا سکتے ہیں ۔جیساکہ توبہ سے گناہوں کا ازالہ ہو سکتا ہے ۔نفس اور روح دونوں جسم میں اعیان لطیفہ (غیر محسوسہ) سے تعلق رکھتے ہیں ۔روح محل خیر ہے اور نفس محل شر ، بندہ نفس کی مخالفت کے سوا اللہ کی جانب راہ نہیں پاسکتا کیونکہ نفس کی موافقت بندے کی ہلاکت اور اس کی مخالفت بندے کی نجات کا موجب ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی مخالفت کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف کرنے والوں کی کوششوں کو سراہا ہے ، ارشاداتِ باری تعالےٰ:

(ا) اور جس نے نفس کو ہوا وہوس سے روکا ہوگا پس اُس کی پناہ گاہ بہشت ہوگی۔

(ب) پس کیا جب کبھی کوئی رسول خدا کی جانب سے تمہارے پاس ایسے احکام لے کر آیا جنھیں تمہارے نفس نہیں چاہتے ۔توتم اکڑ بیٹھے۔

(ج) اور میں اپنے نفس کو (گناہ سے) بری نہیں کرتا ۔کیونکہ نفس تو بُری ہی بات بتلاتا ہے سوائے اس کے جس پر میرا پرودگار رحم فرمائے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

جب تک بندہ دنیا میں نفس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتا ۔اور حقیقی ارادت یعنی محبت خداوندی تک نہیں پہنچتا ۔جس کی بنیاد روح ہے ۔وہ قرب حق اور معرفت الہٰی کی حقیقت

تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس جو شخص دنیا میں خدا کو پہچان لیتے اور شریعت کی راہ پر قائم ہو جائے وہ قیامت میں سُرخرو ہوگا۔ مومن کی رُوح اسے بہشت کی جانب دعوت دیتی ہے اور اُس کا نفس دوزخ کی جانب بُلاتا ہے۔ لہٰذا طالبانِ حق پر واجب ہے کہ ہمیشہ مخالفتِ نفس کے راستے پر چلیں۔

منہاج العابدین: میں امام غزالیؒ نفس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تمام دشمنوں میں سب سے بڑا اور تباہ کن دشمن ہے اس کی بیماری بہت مشکل اور اس کا دوا اور علاج بہت دشوار ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ دشمن پسلیوں کے درمیاں موجود ہے اور اندرونی دشمن ہے ڈاکو جس وقت مکان میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس محبوب دشمن ہے اور انسان اپنے محبوب (دشمن) سے بے خبر ہوا کرتا ہے اور اُسے اپنے محبوب کے عیب نظر ہی نہیں آیا کرتے، بلکہ محبوب کی بُری بات بھی اچھی لگا کرتی ہے۔ جبکہ نفس اُس کو نقصان پہنچانے میں مسلسل مصروف رہتا ہے، پس قریب ہے کہ نفس اس کو ہلاکت میں مبتلا کر دے۔ اور یہ اُس کا احساس بھی نہ کر سکے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُس کی حفاظت فرمائے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی دانست میں ہر قسم کا فتنہ، فضیحت، ہلاکت، گناہ، رسوائی اور آفت از ازل تا ابد جو بھی واقع ہوئے ہیں، یا وقوع پذیر ہوں گے۔ ان کی بڑی وجہ نفس ہی ہے یا اس کے معاونین اور شرکاء کی فتنہ پردازیاں ہیں۔ اس کائنات میں سب سے پہلی معصیت ابلیس سے سرزد ہوئی۔ اور اس کا سبب بھی قضاء کے بعد نفس کی خواہشات تھیں کہ اس کے کبر اور حسد نے اسی ہزار سال کی عبادات کے بعد اس معصیت کے ارتکاب پر برانگیختہ کیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ چیز جگائی کا باعث بن گئی اور اس وقت اس مقام پر نہ دنیا تھی نہ شیطان اور نہ ہی مخلوق۔ بلکہ نفس ہی کا کبر و حسد تھا۔ اسی کی وجہ سے جو سرزد ہونا تھا سو ہوا۔ اس کے بعد آدم اور حوّا علیہما السلام سے گناہ کا صدور ہوا، جس کا سبب بھی شہوتِ نفس اور اس کا بقاء اور حیات کی ترغیب دینا تھا۔ یہاں تک کہ ابلیس کے بہکانے پر دھوکہ کھا گئے۔ اور یہ چیز نفس اور اُس کے شرکاء کی مدد سے ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کے پڑوس اور جنت الفردوس کی سکونت سے اس حقیر اور ذلیل فانی دنیا پر بھیج دئے گئے۔ چنانچہ دونوں کو بے حد و حساب پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ایسے ہی اُن کی اولاد میں

دن سے بے کر ہمیشہ کے لئے ان پریشانیوں میں گرفتار ہو گئی۔ اور مخلوق کے تمام فتنوں اور برائیوں کی جڑ اور بنیاد نفس اور اُس کی خواہشات ہیں۔

شریعت و طریقت

(افادات حضرت تھانوی ؒ) میں نفس کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے جس سے کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر، اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو۔ اُس وقت امّارہ کہلاتا ہے یعنی برائی کا بہت زیادہ کم کرنے والا اور اسی درجہ کی خواہش کا نام ہوئی ہے اور کبھی کبھی اس میں خیر کی خواہش پیدا ہو جانا بھی اس مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ کثیر الامر کو دائم الامر ہونا لازم نہیں اور اگر نادم بھی ہونے لگے تو لوّامہ کہلاتا ہے اور اکثر خواہش خیر کی کرے۔ اس وقت مطمئنہ کہلاتا ہے، بمعنی ساکن الالیخ رنکی پر بھڑ نے والا) گو کبھی اس میں شر کی خواہش بھی بلا عمل احیاناً پیدا ہو جائے، البتہ اس خواہش کے اقتضاً پر عمل کرنا کر حرکت من المقر ہے، یہ البتہ منافی سکون ہے، تو اس صورت میں مطمئنہ نہ رہے گا۔ غرض دونوں خواہش خیر کی بھی اور شر کی بھی نفس ہی کے متعلق ہیں البتہ اسباب ہر خواہش کے جُدا جُدا ہیں۔ بعض تو مشاہد ہیں جیسے نصیحت و صحبت نیک خواہش خیر کے لئے اور صحبت بد، خواہش شر کے لئے، بعض اسباب غیر مشاہد ہیں، جیسے القاء فرشتہ خواہش خیر کے لئے اور القاء شیطان خواہش شر کے لئے نفس مکار شیطان سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کو بھی نفس ہی نے خرابی میں ڈالا تھا۔ تو یہ نفس شیطان کا بھی باپ ہوا۔ پس نفس کا مغلوب کرنا کفار کے مغلوب کرنے سے بھی اہم ہے اسی واسطے مجاہدۂ نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے۔

احوال و اقوال بزرگان دربیانِ نفس

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔ نفس ایسی صفت ہے جس کی تسکین فقط باطل سے ہوتی ہے یعنی وہ کبھی راہِ حق پر نہیں چلتا۔ حضرت محمد بن علی ترمذیؒ فرماتے ہیں تو چاہتا ہے کہ خدا کو پہچانے، حالانکہ تیرا نفس تیرے اندر باقی ہے اور تیرا نفس اپنے آپکو نہیں پہچانتا تو وہ غیر کو کیونکر پہچانے گا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں، تیرا اپنے نفس کی مراد پر قائم ہونا ہی کفر کی بنیاد ہے کیونکہ نفس کو اسلام سے کوئی قرب نہیں، لہذا وہ ہمیشہ ہی اسلام سے روگردانی کی کوشش کرتا ہے حضرت ابوسلیمان دارانی رح فرماتے ہیں نفس امانت میں خیانت کرنے والا

اور اللہ کی رضا جوئی سے روکنے والا ہے۔ سب سے اچھا عمل اس کی مخالفت ہے شیخ بوعلی سیاہ مروزیؒ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ میں نے نفس کو دیکھا اس کی صورت میری جیسی تھی۔ ایک شخص نے اسے بالوں سے پکڑ رکھا تھا، پھر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اسے ایک درخت سے باندھ کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اُس نے مجھے کہا۔ اے بوعلی! زحمت نہ اُٹھا، کیونکہ میں خدا کا پیدا کیا ہوا لشکر ہوں۔ تو مجھے کم نہیں کر سکتا۔

حضرت محمد علیان نسوئیؒ نے فرمایا۔ میں شروع ہی سے نفس کی خرابیوں سے آگاہ تھا۔ اور اس کی گھاتوں کو جانتے ہوئے ہمیشہ دل میں اُس سے کینہ رکھتا تھا۔ ایک دن میرے حلق سے لومڑی کے بچے جیسی کوئی شے باہر نکلی۔ حق تعالیٰ نے مجھے اُس سے مطلع کر دیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ نفس امارہ ہے۔ میں اُس پہ پاؤں رکھ کر روندنے لگا۔ جوں جوں میں لاتیں مارتا۔ وہ اور بھی بڑا ہوتا جاتا۔ میں نے پوچھا۔ تمام چیزیں دُکھ اور چوٹ سے مر جاتی ہیں۔ تو کیوں بڑا ہوتا جاتا ہے اُس نے جواب دیا۔ میری پیدائش ہی اُلٹی ہے جس سے اوروں کو دُکھ ہوتا ہے۔ وہ میرے لئے سُکھ ہوتی ہے اور جس چیز سے اوروں کو خوشی ہو۔ اُس سے مجھے رنج ہوتا۔

شیخ ابو العباس شقانیؒ نے فرمایا۔ ایک دن میں گھر میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں، ایک زرد کُتا میری جائے خواب پر سویا ہوا ہے۔ میں سمجھا کہ محلے کا کوئی کتا اندر چلا آیا ہے۔ میں نے اُسے بھگانے کا قصد کیا۔ تو وہ میرے دامن کے نیچے آ کر غائب ہو گیا۔ شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ نے فرمایا میں نے اپنا نفس ایک سانپ کی شکل میں دیکھا ایک درویش نے کہا میں نے اپنا نفس ایک چوہے کی صورت میں دیکھا۔ اُس سے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا۔ میں غافلوں کی ہلاکت ہوں کہ اُنہیں شر کی دعوت دیتا ہوں۔ اور خدا کے دوستوں کی نجات کا باعث ہوں۔ اگرچہ میرا وجود خرابی کا سبب ہے، تاہم اگر میں اُن کے ساتھ نہ ہوتا تو اُنہیں اپنی پاکیزگی پر غرور اور اپنے افعال پر تکبر ہوتا۔ کیونکہ جب وہ دل کی طہارت، باطن کی صفائی، ولایت کے نور، اور عبادت پر ثابت قدمی کی جانب نگاہ کرتے ہیں، تو ہوائے نفس کے باعث اُن میں ایک گونہ غرور پیدا ہو جاتا ہے پھر جب دونوں پہلوؤں کے درمیان مجھ پر نظر پڑتی ہے، تو اُن کے وہ تمام عیوب پاک ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا کہ وصلِ حق کسے کہتے۔ آپ نے فرمایا۔ ہوائے نفس کی پیروی کو چھوڑ دینا۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اُسے

وصل حق کی سعادت نصیب ہو، اُسے چاہیئے کہ ہوائے نفس کی مخالفت کرے، کیونکہ بندہ ہوائے نفس کی مخالفت سے بڑھ کر کسی دوسری عبادت سے قربِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ کے لئے ہوائے نفس کی مخالفت سے بڑھ کر کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ یہ کام پہاڑ سے ناخن کھودنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

حضرت محمد بن الفضل بلخیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ مجھے اُس شخص پر حیرت ہے جو ہوائے نفس سے خدا کے گھر جاتا۔ اور اُس کی زیارت کرتا ہے وہ کیوں ہوائے نفس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ کہ خدا تک پہنچ جائے۔ اور اس کا دیدار کرنے نفس کی سب سے ظاہر صفت شہوت ہے اور شہوت ایک کیفیت ہے۔ جو انسان کے اجزأ منتشر ہے اور تمام حواس اُس کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اس لئے بندہ ان تمام کی نگہداشت پر مکلّف ہے اور ہر حس کے فعل کے لئے حضورِ حق جوابدہ ہوگا۔ چنانچہ آنکھ کی شہوت دیکھنا، کان کی شہوت سُننا، ناک کی شہوت سُونگھنا، زبان کی شہوت بولنا، تالو کی شہوت چکھنا، جسم کی شہوت چھونا اور قلب و دماغ کی شہوت سوچنا ہے، پس لازم ہے طالب اپنا نگہبان و حاکم ہو اور دن رات اسی میں صرف کرے تاکہ ہوائے نفس کے وہ اسباب جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں، اپنے سے الگ کردے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ اُسے ایسا بنا دے کہ یہ خواہش اُس کے باطن سے دُور ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص شہوت کے کسی ایک جزو میں بھی مبتلا ہوتا ہے وہ تمام معارف سے حجاب میں ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو علی سیاہ مروزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حمام میں گیا ہوا تھا اور سنت کے مطابق اُسترا استعمال کر رہا تھا کہ دل میں سوچا، اے ابو علی یہ عضو جو شہوت کا سرچشمہ اور تجھے اتنی آفتوں میں مبتلا کر رکھا ہے جسم سے جُدا کر دے تاکہ شہوت سے نجات پائے میرے باطن میں آواز آئی اے ابو علی تو ہماری ملکیت میں تصرّف کر رہا ہے، حالانکہ ہماری طرف سے جسم کی بناوٹ اور آرائش کے لئے کوئی عضو دوسرے عضو سے زیادہ موزوں نہیں، ہمیں اپنی عزت کی قسم، اگر تو یہ عضو اپنے جسم سے جُدا کر دے گا۔ تو ہم اس کی جگہ تیرے بال بال میں سوگنا زیادہ شہوت و ہوائے نفس پیدا کر دیں گے۔

ہوائے نفس کی قسمیں:

سیّد علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ روح کا نقصان قربِ الٰہی کا نقصان ہے لیکن نفس کا نقصان قربِ الٰہی کا موجب ہے۔ پس ہوائے نفس کجروی کا سبب، مریدوں کی پستی، اور حق سے

روگردانی کا مقام ہے۔ لہٰذا بندے کو اس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کی پیروی سے روکا گیا ہے کیونکہ جو شخص ہوائے نفس پر سوار ہوا۔ وہ مارا گیا۔ اور جس نے اس کی مخالفت کی۔ وہ فرشتہ بن گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سب سے زیادہ خوفناک چیز، جس سے میں اپنی امت کے بارے میں ڈرتا ہوں۔ وہ خواہشِ نفس کی پیروی اور لمبی آرزو ہے۔

ہوا کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل لذت و شہوت کی خواہش دوم مخلوق میں جاہ و جلال و حکومت کی خواہش، جو شخص خواہشِ لذت کا تابع ہو۔ وہ شراب خانے میں ہوتا ہے اور لوگ اس کے فتنے سے بے خوف رہتے ہیں لیکن جو شخص جاہ و حکومت کا خواہاں ہو وہ عبادت خانوں اور خانقاہوں میں رہتا۔ اور مخلوق کے لئے فتنے کا موجب ہوتا ہے کہ خود بھی سیدھی راہ سے ہٹ جاتا ہے۔ اور خلقت کو بھی بے راہ روی کی جانب دعوت دیتا ہے، پس ہم ہوائے نفس کی پیروی سے پناہ مانگتے ہیں جس شخص کی تمام حرکتیں ہوائے نفس سے ہوں۔ اور وہ اس کے اتباع پر رضا مند ہو۔ وہ اللہ سے دُور ہوتا ہے اگرچہ مسجد میں تمہارے ساتھ ہو۔ جو شخص ہوائے نفس سے بیزار اور اس کی موافقت سے گریزاں ہو، وہ اللہ سے نزدیک ہوتا ہے۔ اگرچہ دُنیا کے کاروبار میں مشغول ہو۔

ہوائے نفس کا علاج

(۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، جن لوگوں نے ہمارے دین میں کوشش کی۔ ہم اپنے راستے دکھا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجاہد وہ ہے جس نے خدا کے لئے اپنے نفس سے جہاد کیا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا، ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہؐ! جہادِ اکبر کیا ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا سنو! وہ مجاہدۂ نفس ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدۂ نفس کو جہاد پر ترجیح دی ہے۔ کیونکہ اس میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے نفس کا مجاہدہ اور اس پر قابو پانا انتہائی مشکل لیکن پسندیدہ کام ہے صوفیائے متقدمین مبالغہ کی حد تک مجاہدہ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانے میں طبیعتیں اور ہمتیں مضبوط اور بلند ہوتی تھیں مثلاً حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے اپنے آپکو اس امر کا خوگر بنا کر رکھا تھا کہ دو ہفتے کے بعد ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے۔ اور اس تھوڑی سی غذا پر لمبی زندگی بسر کر دی۔ انہوں نے ایک مرید سے فرمایا۔ کوشش کر کہ ایک روز تو دن بھر اللہ اللہ ہی کرتا رہے آسی

طرح دوسرے اور تیسرے دن بھی، جب اُسے اس کی عادت ہوگئی تو فرمایا ۔ اب راتوں کو بھی ساتھ ملائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ۔ حتیٰ کہ اُس کی حالت ایسی ہوگئی ۔ کہ یہ عمل اُس کی طبعی عادت بن گیا صوفیائے متاخرین نے مزاج اور طبیعت کی کمزوری کو دیکھ کر مجاہدہ میں تخفیف کردی ۔ آج کل لوگوں کی مصروفیات اس قدر بڑھ چکی ہیں ۔ اور طبیعتیں اتنی کمزور اور نازک ہو چکی ہیں کہ سالکین مروّجہ قسم کے کسی بھی مجاہدہ کی مشقت کے متحمل نہیں ہو سکتے ۔ بدیں وجہ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ میں اُس قسم کے تمام مجاہدات ترک کر دیئے گئے ہیں جنہیں مجاہدہ جسمانی کہا جاتا ہے البتہ مجاہدہ نفسانی کسی زمانے میں بھی ترک نہیں کیا جاسکتا ۔ مثلاً غیبت ، جھوٹ ، کبر، حسد ، عُجب سے بچنا اور اخلاص ، خشوع ، تواضع ، توکّل ، تقویٰ کے حصول کی کوشش کرتے رہنا ۔ سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ کے سالکین کو ذکر خفی اور پاس انفاس پوری قوت ، لگن دل جمعی اور باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیئے انشاءاللہ اسی کی برکت سے اور شیخ المکرم کی دعاء اور توجہ سے تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے گا ۔ البتہ غیبت جھوٹ کبر، حسد ، ریاء ، عُجب وغیرہ سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہنا چاہیئے ورنہ ساری محنت رائیگاں جانیکا خطرہ ہے ۔ کیونکہ غیبت اور جھوٹ کو شریعت میں زنا سے سخت گناہ بتایا گیا ہے حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے ، جیسے آگ سوکھی لکڑی کو ایک ذرا سی ریاء ساری نیکی کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے تکبر کے بارے میں ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میرا تہہ بند ہے سو جو شخص ان دونوں میں سے کسی کو مجھ سے چھینے گا تو میں اُسے دوزخ کی آگ میں ڈال دونگا ، سو ان ذمائم کو ترک کرنا شرعاً مامور بہ ہے ۔ ایسے ہی اخلاص تواضع ، توکل ، خشوع اور تقویٰ کا حصول شرعاً واجب ہے اور قرآن اور حدیث دونوں میں ان کے حصول کی بہت تاکید کی گئی ہے ۔

(ب) امام غزالیؒ فرماتے ہیں ، کہ نفس شہوت کی حالت میں چوپایہ اور غصہ کی حالت میں درندہ اور مصیبت اور پریشانی کی حالت میں چھوٹا سا بچہ نظر آتا ہے اور نعمت و خوشحالی میں فرعون اور بھوک میں مجنون اور سیر ہونیکی حالت میں متکبر و مغرور ہوتا ہے ۔ اگر تو اس کو سیر کرے تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے اور بھوکا رکھے ۔ تو چیختا اور گھبراتا ہے ، نفس کی مثال بدترین گدھے جیسی ہے ۔ اگر اس کا پیٹ بھرے تو انسانوں کے لات مارے اور بھوکا رکھا جائے تو چیخے نفس کی ذلت اور جہالت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب یہ کسی گناہ کا ارادہ کرے یا کسی شہوت کی خواہش کرے ۔ اور تو اس کو

اللہ، رسول، کتاب اللہ کا واسطہ دے اور اُس کے سامنے موت، قبر، دوزخ، جنت اور قیامت کا تذکرہ کرے، تو یہ نفس ہرگز تابع نہیں ہوسکتا اور نہ شہوات کو چھوڑ سکتا ہے۔ اب اس کے بعد نفس کو ایک روٹی دینا بند کردے تو یہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور اپنی خواہشات سے باز آجائے گا لہٰذا اس کو قابو میں کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس کو ذلیل وحقیر کیا جائے امام غزالیؒ نے نفس کو قابو میں کرنے کی تین تدبیریں بتائی ہیں۔

ا۔ شہوات سے باز رہنا اور ان کا ارتکاب نہ کرنا اس لئے کہ طاقتور اور مضبوط جانور کا جس وقت چارہ کم کردیا جاتا ہے تو اس میں نرمی پیدا ہوجاتی ہے۔

(ii) عبادات اور طاعات کے بوجھ کو اُس پر لاد دینا۔ اس لئے کہ گدھے اور جانور کے کمزور ہونے کے باوجود جب اُس کی طاقت سے زائد اُس سے باربرداری کا کام لیا جاتا ہے تو وہ مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادات کی ممکنہ حد تک کثرت کی جائے مثلاً تہجد، اشراق، چاشت، اوابین کی باقاعدگی سے ادائیگی۔ ایسے ہی نو دس محرّم، ذالحجہ، شب برات، شوال کی یکم تا چھ اور ایام بیض (ہر قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵، تواریخ کے روزے رکھنا، مالی صدقات اور خیرات کی ادائیگی اخلاق ذمیمہ کا دفعیہ واخلاق حمیدہ کا حصول۔ ذکر اللہ کثرت سب کچھ اس میں شامل ہے، تلاوتِ قرآن و تسبیحات واستغفار۔ کلمۂ اوّل ودرود شریف، سب کچھ باقاعدگی سے ہونا چاہیئے۔

(iii) اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرنا اور اُس کے سامنے آہ وزاری کرنا، اس کے علاوہ اور کوئی خلاصی کا راستہ نہیں۔

جب ان تینوں باتوں پر دوام کیا جائے گا تو اللہ رب العزت کے اذن سے یہ سرکش تیرے تابع ہوجائے گا۔ کہ تو سبقت کرکے اس پر قابو حاصل کرے۔ اور اُس کو لگام ڈال دے اور اس کے شر وفتنہ سے محفوظ و مامون ہوجائے۔

(ج) حضرت تھانویؒ نے ہوائے نفس کی تین قسمیں بتائی ہیں:

(ا) ہوئی متعلقہ علوم وعقائد جس کو بدعت کہا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت غیر دین کو دین سمجھنا ہے اور بدعات بہت سی ہیں، مثلاً شب برات میں حلوہ پکانا ضروری سمجھا جاتا ہے، بعض کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی اس رات میں ایصالِ ثواب نہ کرے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں

ایسے ہی مُردہ کے قُل اور چہلم کروانا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے شادی اور بیاہ کی بیسیوں رسومات ہیں جہیز بلا ضرورت خرچ کیا جاتا ہے، بدعات سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

(۲) دوسری قسم معصیت سے جو اعمال کے بارے میں ہے۔ مثلاً بے نمازی جب نماز نہیں پڑھتا تو سبب اس کا سستی اور آرام طلبی ہے یہ خواہش نفس کی فرمانبرداری ہے۔ ایک دوسرا شخص ہے جو نمازی تو ہے لیکن کبھی کبھی کر کے نماز پڑھتا ہے، یا قضا کر کے پڑھتا ہے اس تاخیر کا سبب یا تو وہی سستی اور لاپرواہی ہوگا جو اوپر مذکور ہوا یا باتوں میں مشغولیت یا لہو ولعب یا دُنیا کے دھندوں میں انہماک، آخری سبب حُبّ مال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ تمام نفس پروری ہی کی مختلف اقسام ہیں۔ غرض کسی نے ترکِ طاعت کیا یا ارتکابِ معصیت، یہ سبب ہوائے نفس کی فتنہ سامانیاں ہیں۔

(۳) ہوائے نفس کی تیسری قسم احکام تکوینیہ سے تعلق رکھتی ہے، تکوینی احکام قضا وقدر سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً بارش کا ہونا یا نہ ہونا بیماری یا تندرستی، امیری یا غریبی، نفع یا نقصان وغیرہ، ان معاملات میں بھی لوگ اپنی خواہش نفسانی کے موافق رائے لگاتے ہیں مثلاً کوئی کہتا ہے، ساون کا موسم نکلا جا رہا ہے لیکن ابھی تک بارش نہیں ہوئی۔ یہ وقت اگر ایسے ہی گزر گیا تو کھیتی کا کیا بنے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رائے دی جا رہی ہے کہ بارش ہونا چاہیئے، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ ربّ العزت (نعوذ باللہ) کائنات کے نظام کو مناسب طور پر چلانا نہیں جانتے اور ہمارے مشورے کے محتاج ہیں۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بزرگ ایک جنگل میں خلوت گزیں تھے، ایک روز بارش ہوئی وہ کہنے لگے سبحان اللہ آج کیا موقع پر بارش ہوئی ہے (اپنی طرف سے تو انہوں نے مدح سرائی کی تھی) غیب سے آواز آئی، او بے ادب! بے موقع کس روز ہوئی تھی۔ چنانچہ بزرگوں کو ایسی مدح پر بھی (جس میں بعید قسم کی گستاخی کا شائبہ پایا جائے) ڈانٹ پڑتی ہے، مقربان رابیش بود حیرانی (مقربین کو حیرانی بہت ہوتی ہے)

کوئی نوجوانی کی حالت میں مرجائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی عمر تو نہ مرنے کی تھی کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو اچھا تھا۔ دوسرے صاحب (جو بزعم خود زیادہ با ادب ہیں) فرماتے ہیں، ارے میاں! خدا کے سامنے کسی کی مجال ہے کہ کچھ بولے۔ یہ بات بھی فی نفسہٖ درست تو ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ اس شخص کا مرنا تو بے موقع

لیکن نعوذ باللہ ۔ اگر اللہ تعالیٰ بے موقع کام ہی کرے تو اس کے سامنے کون دم مار سکتا ہے ۔ گویا (نعوذ باللہ) حق تعالیٰ کے ہاں بڑی بد انتظامی ہے مصلحت کو مدنظر نہیں رکھا جاتا ۔ اس کے مرنے کے دن نہ تھے، بے موت مار دیا ۔ یہ باتیں ہوائے نفس کے تحت کی جاتی ہیں اور سخت بے ادبی اور گستاخی والی ہیں ۔ حق تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہی مصلحت اور حکمت ہے ع

ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود

(جو کچھ بادشاہ حقیقی کرتے ہیں ۔ وہی بہتر ہے)

ان تمام ہوائے نفسانی کا علاج ایک ہی ہے ہر کام کو کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں ۔ کہ خلاف شریعت تو نہیں جب لگاتار نگرانی اور محافظت کی جائے گی تو ممکن نہیں کہ ترک طاعت یا ارتکاب معصیت ہو سکے نفس کو اس کی ناجائز یا خلاف شریعت خواہشات پر تادیب کریں ارتکاب معصیت یا ترک طاعت کی صورت میں نفس کو مناسب سزا دیں ۔ خواہ مالی ہو یا بدنی ، مالی سزا یہ ہے کہ فلاں قسم کے گناہ کی صورت میں اتنے روپے چندہ دار العرفان میں دوں گا ۔ بدنی سرزنش یہ کہ فلاں قسم کے گناہ کی صورت میں (مثلاً غیبت کرنے پر یا جھوٹ بولنے پر) ۲۰ رکعت ادا کروں گا ۔ اس سے ایک تو نفس کو تکلیف اور کوفت ہوگی (اور یہ ایک طرح کا مجاہدہ ہوگا) دوسرے نوافل کا جو ثواب ملے گا ۔ وہ معاصی کے گناہ کو مٹا دے گا) اور

قرب خداوندی کے حصول میں معین ہوگا ۔

(د) حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ روزانہ کوئی وقت مقرر کر کے نفس کو اسطرح سمجھاؤ کہ تیری عمر گذری جا رہی ہے اس کا ایک پل بھی لوٹ کر نہیں آ سکتا ۔ نہ دوسری عمر اور مل سکتی ہے یہ عمر اتنی قیمتی ہے کہ اگر صحیح طرح گذار لی جائے تو اس کے ذریعے ہمیشہ کے لئے بہشت اور خدا تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو سکتا ہے ۔ اے نفس اللہ تعالیٰ کا احسان مان کہ ابھی تیری موت نہیں آئی اگر آج موت آ جائے تو تو ہزار دل و جان سے آرزو کرے کہ مجھکو ایک دن کی اور مہلت ملجائے تو سارے گناہوں سے پکی اور سچی توبہ کر لوں ۔ اور اللہ تعالیٰ سے پکا وعدہ کر لوں ۔ کہ پھر ان گناہوں کے پاس نہیں پھٹکونگا جب مرتے وقت تیرا یہ حال ہونا ہے تو ابھی یہ سمجھ لے کہ گویا تیرا آخری وقت آ گیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مانگنے سے ایک دن اور دیدیا ہے اس دن کے بعد معلوم نہیں کہ اور دن نصیب ہوگا یا نہیں ۔ سو اس دن کو ایسے ہی گذارنا چاہیئے ۔ جیسا کہ واقعی زندگی کے آخری دن کا علم ہو جاتا ۔ اور اس کو گذارتا یعنی سب گناہوں سے پکی توبہ کرے اور اس دن میں کوئی چھوٹی یا بڑی نافرمانی نہ کرے ۔ اور تمام دن اللہ کے خوف سے اور دھیان میں گذارے اور کوئی حکم خدا کا نہ چھوڑے جب وہ سارا دن اسی طرح گذر جائے پھر اگلے دن یونہی سوچے کہ شاید عمر کا یہی ایک دن باقی ہے

باقی ہے

قلب و نظر کی پاکیزگی

الحاج شیخ محمد حبیب الرحمٰن بی اے
ایل ایل بی (ایس پی ریٹائرڈ لاہور)

ایک صالح اور پُر امن معاشرے کے قیام کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ اس کے افراد کی فکر و عمل بھی صالح اور قلب و نظر پاکیزہ ہو۔ اس کے بغیر صحت مند معاشرہ کی نشوونما کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے تین بنیادی اصولوں کی نشاندہی ایک آئیۂ مبارکہ میں یوں فرمائی ہے۔

لقد کان لکم فیھم اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الاٰخر

"بیشک ان میں ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ تعالےٰ اور قیامت (الممتحنہ - ۱۶) کے دن (کے آنے) کا اعتقاد رکھتا ہو۔"

یعنی اوّل اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان

دوم: ایک مقررہ وقت پر (یعنی روز قیامت) اپنے اعمال کے محاسبہ کا دل میں پختہ یقین اور سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے نمونہ کے مطابق نظام زندگی کو ڈھالنے کی فکر اور اہتمام ظاہر ہے کہ جس شخص کے قلب و نظر میں خشیت الٰہی جاگزیں ہو جائے وہ اپنے خالق و مالک کے احکام کی نافرمانی کرنے پر کب آمادہ ہوگا۔ اسی طرح جب دل میں ایک دن اپنے مالک کے سامنے پیش ہوکر اپنے اعمال کے محاسبہ ہونے کا خوف ہوگا تو یہ اندازِ فکر اُسے گناہوں سے اجتناب کرنے، نیکیوں پر اُکسانے اور راہِ حق پر قائم رکھنے پر مجبور کر دیگا اور جب یہ فکر آخرت لاحق ہو جائے اُس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور آپ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنے کے سوا اور کوئی

چارہ کار نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ حصول نجات کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی پسندیدہ اور واحد طریقہ ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"اور یہ کہ یہ میرا راستہ ہے سیدھا، تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ راستے تمہیں اس کے (اللہ تعالیٰ کے) راستہ سے جدا کر دیں گے یہ ہے جس کی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔" (سورۃ الانعام - ۱۵۲ تا ۱۵۴)

لہٰذا جو شخص بھی ان تین بنیادی اصولوں کی روشنی میں اصلاح کے پاکیزہ جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی طرف مائل بہ عمل ہوگا۔ تو وہ نہ صرف اپنی دنیوی اور اُخروی زندگی سنوارے گا بلکہ وہ تو دوسروں کے حق میں بھی یقیناً رحمت ثابت ہوگا اور اس طرح اس روحانی تربیت سے معاشرہ خود بخود پاکیزہ سانچے میں ڈھل جائے گا یہ بات صرف خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ عمل کرنے کی ہے۔

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے، پس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔" (النور - ۵۲)

اور جو آخرت کے منکر ہوں ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ عذاب شدید کی وعید ہے۔

"اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال (بد) ان کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ (اپنے اس جہل مرکب میں حق سے دور) بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (مرنے کے وقت بھی) سخت عذاب ہے اور وہ لوگ آخرت میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں (کہ کبھی نجات نہ ہوگی)۔" (النمل ۴ - ۵)

پاکیزگی کوئی خیالی یا فلسفیانہ تصور نہیں جو ناقابل عمل ہو بلکہ پاکیزگی تو ہمارا جزوِ ایمان ہے ہماری اس عملی زندگی میں قلب و نظر یعنی باطنی اور ظاہری دونوں طرح کی پاکیزگی کی سخت ضرورت ہے اور اس کا اظہار ہمارے پورے نظام زندگی میں ہونا چاہیئے۔ اس پاکیزگی کے تین نمایاں پہلو ہیں یعنی اوّل خیالات و نظریات کی پاکیزگی دوئم اخلاق و کردار کی پاکیزگی سوئم جسم و روح کی پاکیزگی۔

چونکہ ہمارے خالق و مالک نے اپنے بندوں کی فلاح و نجات کے لئے ایک سیدھا اور پاکیزہ سلامتی کا راستہ مقرر فرما دیا ہے اس لئے جو شخص بھی اس راہ نجات سے بھٹک کر اپنا عقیدہ بگاڑ لے اور گمراہ کن خیالات سے آلودہ

ہو کر ظلمت و نجاست کی راہ اختیار کرے تو اس آلودگی کو کفر و شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ فکری پراگندگی اور ذہنی نجاست بندہ کو انبیاء کرام کے ذریعہ دی جانے والی ہدایات سے نا آشنا کر دیتی ہے اور بندہ پھر اپنے خالق و مالک کی رہنمائی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس وسیع کائنات میں اپنے مقام سے بے خبر ہو کر رب کائنات سے اپنی بندگی کے تعلق ہی کا انکار کر سکتا ہے اس لئے دین اسلام قلب و نظر کی پاکیزگی کو بہت اہمیت دیتا ہے کیونکہ عمل کا دارومدار انسان کے خیالات و نظریات کی نوعیت پر ہی ہوتا ہے دین کی اصطلاح میں اسی کا نام عقیدہ یا ایمان ہے۔

چنانچہ اسلام نے انسان کو نفس کی شرارتوں اور آلودگیوں میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر انسان کے لیئے ایک نظام عبادات پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے یعنی نماز، زکوٰۃ روزہ اور حج بیت اللہ، ان عبادات کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے انسان کو متقی اور پرہیزگار بنانا تبلایا ہے۔

نماز کے ذریعہ فواحش اور منکرات سے نجات نصیب ہوتی ہے۔ اس سے بندوں میں بندگی۔ انکساری اور خشیت الٰہی کے جذبات کو فروغ حاصل ہوتا ہے، نماز کے لئے غسل، یا وضو یا تیمم۔ یعنی بدن کی پاکیزگی لباس کی پاکیزگی اور جگہ کی پاکیزگی کی ضرورت پیش آتی ہے اس طرح ایک نمازی شخص طہارت اور پاکیزگی کا ہر وقت خیال رکھتا ہے۔ گویا نماز پاکیزگی کی بہترین علامت ہے۔ اسی طرح روزہ کے ذریعہ اخلاقی اور روحانی تربیت کا ایک بیش بہا نظام موجود ہے روزہ سے خوفِ خدا اور پرہیزگاری کا جذبہ ابھرتا ہے ضبط نفس کی طاقت پیدا ہوتی ہے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ روزہ دار اپنے روزہ کو شیطانی دنگا، فساد، گالی گلوچ، غیبت اور جھوٹ کے خلاف بطور ڈھال استعمال کرتا ہے، وہ حرام تو کیا حلال اور جائز باتوں سے بھی روزہ کی حالت میں رُک جاتا ہے۔ اور غربا کی بھوک کی اذیت اور تکالیف محسوس کرتا ہے جس سے ایثار، ہمدردی اور رحم کے جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ اس طرح روزہ میں اصلاح معاشرہ کے لئے گوناگوں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

زکوٰۃ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ پیغمبر اسلام ان کے مالوں میں سے صدقہ لیں تاکہ انہیں پاکیزگی حاصل ہو، اس سے حرص مال و دولت کا رجحان کم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے حج بیت اللہ انسان کو اپنے گناہوں اور لغزشوں سے توبہ کرنے اور رب کی رضامندی کی خاطر

جانی اور مالی ہر طرح کی قربانی کرنے کا بہترین موقع فراہم کرتا ہے، دنیا کی بے ثباتی اور مال و دولت کی حرص چھوڑ کر آخرت کی فکر دل میں جاگزیں ہوتی ہے خانہ کعبہ۔ میدانِ عرفات اور مزدلفہ میں حاجی صاحبان اپنے آپ کو گناہوں اور آلودگیوں سے پاک کرنے کے لئے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز رہتے ہیں کہ شاید یہ موقع زندگی میں دوبارہ میسر آئے یا نہ آئے، حج کے بعد حاجی اس حالت میں واپس آتا ہے اور ایسا پاک وصاف ہوتا ہے جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہؤا ہو یعنی نیک اور گناہوں سے مکمل طور پر پاک گویا اب نئے سرے سے نیک اعمال کرنے کی اُسے توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

یہ عبادات انسان کو اپنے رب کا شکر گذار بندہ بن کر رہنے کی تربیت کرتی ہیں اور اُسے اللہ تعالےٰ کی بے شمار نعمتوں اور احسانوں کا اقرار کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں اس طرح انسان گناہ اور بد عملی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

اخلاق و کردار کی پاکیزگی درحقیقت قلب و نظر کی پاکیزگی ہی کا مظہر ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اعمال صالحہ کا ذکر کرنے سے پہلے ہمیشہ ایمان، یعنی عقائد کی پاکیزگی کا ذکر فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے بغیر اعمال صالحہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول نہیں، ظاہر ہے کہ جس شخص کا اللہ تعالےٰ کی ہستی اس کے رسولوں اس کی کتابوں اس کے فرشتوں اور روزِ آخرت پر یقین نہ ہو اس سے اعمالِ صالحہ کی توقع کرنا ہی بے سود ہے اگر کسی کو اپنی بد اعمالی پر اللہ تعالےٰ کی گرفت کا خوف نہ ہو تو وہ جھوٹ، وعدہ خلافی، چغل خوری، غیبت تہمت، حسد، دھوکہ، خیانت یا فحش کلامی اور حرام سے کیوں اجتناب کرے گا اسی لئے اسلام نے زندگی کے ہر معاملات میں حسن سلوک اور حسن اخلاق کی تاکید کی ہے کیونکہ اخلاق حمیدہ ہی سے معاشرہ میں پاکیزگی اور رواداری، ایثار و قربانی سچائی۔ اور ہمدردی کے جذبات کو تقویت ملتی ہے حسن اخلاق کی بدولت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ بھی صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کے اخلاق و کردار کو "خُلقِ عظیم" اور "رحمت للعلمین" اور "اُسوہ حسنہ" فرما کر آپؐ کی تحسین فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دوسرے فریق کے انتظار میں تین دن تک اسی مقام پر ٹھہرے رہے جہاں اُس نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ رحمت اللعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر جو عورت اپنے گھر کا کوڑا پھینک دیا کرتی تھی اس پر ناراض ہونے کی بجائے حضورؐ

حضورؐ نے اس عورت کے بیمار ہو جانے پر اس کی تیمار داری فرمائی ۔ طائف میں جنھوں نے آپ کو تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے پر پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا تھا آپ نے ان کے لئے بھی رحمت کی دعا فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں ۔ دراصل یہ مجھے جانتے نہیں ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصیت فرمائی کہ بیت المال سے جو کہ وہ بطور وظیفہ حاصل کرتے رہے وہ ان کے اثاثوں سے واپس بیت المال میں جمع کرا دیا جائے
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ کے ایمان لانے پر استقامت اور جرأت سے متاثر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کر لیا ۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کی صفتِ حیا سے فرشتے بھی شرماتے تھے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کو گرفتار کرنے کا حکم نہیں فرمایا ۔ خود بھوکے رہے مگر دوسروں کو کھانا کھلایا ۔ صحابہ کرامؓ میں ایسے لوگ بھی تھے انہوں نے اپنی جان کی قربانی کر دی لیکن پانی کا گھونٹ خود نہ پیا بلکہ اپنے ساتھی کو پیش کرنے کی ہدایت کی ۔ مجرم خود آکر اقبال جرم کرتے اور حد نافذ کرنے کی استدعا کرتے ، یہ سب کچھ پاکیزہ خیال ہی کا تو کرشمہ تھا ۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ بدعملی کی سزا اس دنیا میں بھگت لینا زیادہ بہتر اور آسان ہے لیکن رب ذوالجلال کی عدالت میں عذاب بھگتنا تو کجا اس کے تصور ہی سے انسان لرز جاتا ہے ، مختصر یہ کہ معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کا انحصار ہی حسن اخلاق اور کردار کی پاکیزگی پر ہے ۔

جسم و لباس کی پاکیزگی اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت ہے ، نماز جسم و لباس کی پاکیزگی کا بہترین مظہر ہے جمعہ کے دن غسل کرنے اور صاف کپڑے پہن کر جامع مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے کی تاکید میں بھی یہی حکمت ہے ، حرام مال سے زکواۃ و صدقہ کرنا بھی حرام قرار پاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے اور پاکیزگی ہی کو قبول فرماتا ہے حرام غذا سے اوزی کو شرف قبولیت حاصل نہیں ہوتا اور اسی طرح حرام روپے کے ذریعہ حج بیت اللہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ۔ خلاصہ یہ کہ تمام عبادات کی قبولیت کا انحصار بھی پاکیزگی اور طہارت پر ہے ۔

لیکن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل روح کی پاکیزگی ہے جسم کی ظاہری چمک دمک یا لباس کی ظاہری صفائی یا خوشبو روح کی ناپاکی اور غلاظت کو دور نہیں کر سکتی ۔ نجاست سے ہر سلیم الطبع انسان کراہت کرتا ہے ، کفر و شرک عقائد اور اخلاقی عیوب کی نشاندہی کرتے ہیں ، طاہر اور پاکیزہ انسان وہی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جس کا ظاہر اور باطن ہر طرح کی ظاہری گندگی اور باطنی عیوب سے پاک ہو

نجاست ایسی بدبختی ہے کہ انسان اگر پیشاب کرتے وقت اپنے لباس کو اس کی چھینٹوں سے تر بچائے تو اس بے احتیاطی کا خمیازہ عذاب قبر کی صورت میں بھگتنے کا شدید اندیشہ ہے۔ اسی لئے طہارت کے متعلق شریعت میں مفصل احکام دیئے گئے ہیں چنانچہ پاکیزہ وہی ہے جس کو شریعت پاکیزہ قرار دے اس میں کسی شخص کو اپنی پسند اور رغبت کا کوئی دخل نہیں لہذا نجاست دور کرنے کا بھی وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو شریعت کے مطابق ہو۔ ورنہ وہ چیز ناپاک اور پلید ہی رہے گی۔ پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے اللہ جل شانہ، توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے، ارشاد ربانی ہے۔

اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"بیشک مراد کو پہنچا جس نے اسے (یعنی نفس کو) ستھرا اور پاکیزہ کیا (برائیوں سے) اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا" (سورہ الشمس)

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

"دراصل وہی نجات پاتا اور کامیابی حاصل کرتا ہے (جو قرآن سنکر عقائد و اخلاق کی خباثت سے) پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور نماز پڑھتا رہا" (الاعلیٰ ۱۰ تا ۱۵)

گویا تزکیہ نفس سے خیالات کی تطہیر اور سوچ درست ہوتی ہے ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق استوار ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنا آسان ہوجاتا ہے اور نماز سے برائیوں سے نجات نصیب ہوجاتی ہے، حقیقی ہجرت بھی یہی ہے کہ انسان تمام برائیوں سے بے تعلق ہوجائے، لباس تقویٰ ہی کو اللہ تعالیٰ مختصر یہ کہ پاکیزگی ایسی صفت ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے ذکر الٰہی کے ذریعہ دل میں نور الٰہی سوچ میں جذبۂ ایمانی جسم و لباس کی طہارت اور رزق حلال و طیب کا اہتمام مومن کے لئے قرب الٰہی کے حصول کا یقینی اور موثر طریقہ ہے پھر ایسا کون شخص ہوگا جو اس نعمت سے محروم رہنا گوارہ کریگا

المرشد کے قارئین کرام سے

محرم الحرام میں آپ کا سالانہ چندہ شروع ہوگیا ہے لہذا آپ اپنا سالانہ چندہ ۳۵/- روپے جلد از جلد دفتر الحسنات منزل چکوال کے پتہ پر روانہ فرماکر اپنے تعاون کا ثبوت دیجئے۔

"ادارہ"

احمد نواز
گوجرہ

میری یادو۔ ذرا پلٹ آؤ

سفرِ منارہ دارالعرفان رپورٹ

ابھی بہت سے کام ادھورے تھے کہ ۲۵ اگست کا سورج بھی ڈھلتے ڈھلتے ڈھل ہی گیا۔ ابھی چند لمحے بعد ہمارا سفرِ منارہ شروع ہونے والا تھا۔ ہم پانچ ساتھی تھے۔ جو ایک ہی مقصد کو مدِ نظر رکھ کر روانہ ہو رہے تھے۔ یہ کہ جس عالی مقصد کے لئے مالکِ کائنات نے ہمیں اس عالمِ رنگ و بو میں پیدا فرمایا اس کو پورا کر سکیں۔ یہ اُس مالک کی خاص ہی مہربانی تھی کہ جس نے ہمیں زمانہ کی خوبصورتیوں اور بیلائے ظلمت کی تاریکیوں سے فارغ کر کے اپنے اعلیٰ وارفع بندوں کے پاس پہنچنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

پانچ ساتھیوں کا یہ مختصر سا قافلہ راستے کی مشکلات سے بے نیاز طوفانِ باد و باراں کا مقابلہ کرتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ ہم میں دو نوعمر ساتھی بھی تھے شوق جنہیں منزل کی طرف کھینچے لئے جا رہا تھا۔ یا شاید مالکِ کائنات کو ان کی بے داغ جوانی مطلوب تھی۔ گوجرہ سے بذریعہ ملتان ایکسپریس فیصل آباد پہنچے ہماری گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے ماڑی انڈس جا چکی تھی۔ لہٰذا رات ڈیڑھ بجے کے قریب بس پر سرگودھا روانہ ہوئے جب سرگودھا پہنچے تو تیز بارش ہو رہی تھی اور شہر کی بجلی بند تھی۔ ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ لیکن قلوب مطمئن تھے کہ روشنی کی منزل بھی زیادہ دور نہیں۔ خدا خدا کر کے بارش تھمی تو ہم نے نمازِ فجر ادا کی۔ اور اگلے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔

خوشاب پہنچنے سے پہلے پہلے روشنی کی چادر تن چکی تھی اور راستے مسکرا رہے تھے۔ آخر خوشاب پہنچ گئے منزل قریب سے قریب تر ہو رہی تھی ایک مسرت کی لہر تھی

جو دیس گردش کر رہی تھی۔ موسم جیسے ہمارے استقبال کے لئے خوشگوار ہو گیا تھا۔ بس یہاں سے روانہ ہوئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد بل کھاتے ہوئے راستوں پر بلندیوں کی طرف سفر کر رہی تھی، بس کے باہر دیکھا تو عجیب ہی منظر تھا سفید اور ملگجی رنگ کے بادل نیچے اُتر کر محبت سے پہاڑوں کا منہ چوم رہے تھے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا، بلند و بالا چوٹیاں اور گہری گھاٹیاں عجب منظر پیش کر رہی ہیں۔ سفر تیزی سے اختتام پذیر ہو رہا تھا۔

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ منزل آ ہی گئی۔ دل جہاں پہ اٹکے ہوئے تھے۔ نگاہیں جس کی طرف لگی ہوئی تھیں، سکون کی دولت جہاں پہ بٹتی تھی، جہاں بے قرار دلوں کو چین ملتا تھا اور جہاں بجھتی چنگاریاں شعلوں میں بدلتی تھیں۔ بس رُکی اور ہم تقریباً ۹ بجے جمعۃ المبارک دارالعرفان کی عمارت کے سامنے اُترے۔

نگاہیں جونہی مدرسہ کی عمارت سے ٹکرائیں تو بیشمار منظر نگاہوں میں گھوم گئے۔ عمارت کا ذرہ ذرہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مشقت کی گواہی دے رہا تھا۔ چشمِ فلک نے بھی وہ منظر دیکھا تھا جب اللہ کا ذکر کرنے والے ہاتھ اس کی بنیادیں کھود رہے تھے، کانپتے نحیف بدن اینٹوں کا بوجھ اُٹھا رہے تھے، واللہ! کیسے معمار اور کیسے مزدور، نجانے کس کا خوف تھا جو انہیں اپنے آرام دہ گھروں سے نکال کر جنگلوں میں لے آیا تھا۔ نجانے کس کا شوق تھا جو چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا۔

آسمان ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا ہے جب صحابہ نے ایک کام کرنے کا عہد کیا تھا اور انہوں نے اسے حسن طریقے سے مکمل فرمایا تھا۔ اور جس کام کو اب وہ دیکھ رہا ہے کہ ایک ذاکرین کی جماعت کر رہی ہے انشاء اللہ وہ اسے بھی وہ پورا ہوتا ہوا دیکھے گا، شاید وہ اس کے سوا صرف یاجوج و ماجوج کی قوم ہی کو دیکھ سکے گا۔

آخر کار عمارت میں داخل ہوئے اپنا سامان ترتیب سے ایک طرف رکھا اور اب دل بے قرار تھا کہ حضرت استاذی المکرم کی زیارت جلد سے جلد ہو جائے۔ حضرت جی اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ سوچا کہ نماز جمعہ کے فوراً بعد آپ سے مصافحہ کریں گے اور ہم جمعہ کی تیاری میں لگ گئے۔ تقریباً ڈیڑھ بجے نماز کے لئے مسجد میں پہنچ گئے جب نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو ساتھی حضرت جی سے ملاقات کے لئے آگے بڑھے اور میں بھی آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھا۔

واللہ! ایک نورانی مسکراہٹ تھی جو منتظر تھی منبع فیض و برکات، قلزم شفقت، بحر بیکراں، مجسمہ صبر و شکر توکل، و یقین سخاوت و قناعت، امانت و دیانت صدق و اخلاص، حیاء و وقار و سکون، حلیہ علوم پہ حاوی مشعلِ نبوت کی روشنیاں اپنے اندر سمیٹے تھے، حلاوت و لذت آپ کے چہرہ مبارک پہ چمک رہی تھی، اور جب آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا تو مدتوں کی اندھیریاں

قلب سے چھٹتی نظر آئیں۔ نماز جمعہ کے بعد تمام ساتھی تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے، تلاوت کے بعد صحبت شیخ کا پروگرام تھا۔ چنانچہ تمام ساتھی زانوئے تلمذ تہہ کرکے بیٹھ گئے، دل حاضر، نگاہیں جھکی ہوئی، کان حضرت کے ارشادات کی طرف لگے ہوئے، ہمہ تن گوش۔

حضرتِ مکرم وقتاً فوقتاً فکرِ آخرت، ذکر کے اثبات قبر کے واقعات اور برزخ کے حالات سے آگاہ فرماتے علاوہ ازیں مرزائیت، غلام اللہ خانی اور شیعہ جیسے ناسور کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرماتے، آپ نے فرمایا کہ مرزائیوں اور اہلسنت کے درمیان صرف ایک ہی اختلاف ہے کہ انہوں نے تاج نبوت پر ہاتھ ڈالا ہے اور یہ ایسا جرم ہے جس نے انہیں مکمل طور پر دین سے خارج کر دیا ہے۔ باقی وہ بھی اسی شریعت پر عمل کرتے ہیں: لیکن شیعہ فرقہ ایک ایسا بے دین فرقہ ہے کہ بسم اللہ سے لے کر جنت اور جہنم تک ان کا اہل سنت سے اختلاف ہے اور اس کی بنیاد ہی عداوتِ صحابہؓ پر ہے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں ماسوائے نبی آخرالزمان کی اتباع کے، اس وقت جو کچھ بھی ملتا ہے وہ صرف آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کی دھول کے طفیل ملتا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر مجھے یہ پتہ چلے کہ حضرت خضر علیہ السلام فلاں جگہ آئے ہوئے ہیں تو میں ضرور ان کو ملنے کے لئے جاؤں گا لیکن اس غرض سے نہیں کہ اُن سے فیض حاصل کر سکوں۔ اس لئے کہ اب قیامت تک کے لئے فیض صرف اور صرف نبی آخرالزمان کی جوتیوں کے طفیل سے ہی ملے گا۔

ایک عجیب سکون وطمانیت اور انوارات کی بارش تھی جو حضرت کی محفل میں برستی تھی، صحبتِ شیخ کے بعد نماز عصر کا وقت تھا، نماز ادا کی اور چند لمحوں بعد کھانے کا عمل شروع ہوا، کیا پرانی یادیں عود کر آئیں زمین پہ دستر خوان بچھا دیا گیا اور دونوں طرف تمام ساتھی بیٹھ گئے سر جھکے ہوئے سنت کے مطابق بیٹھے ہوئے اور بسم اللہ سے شروع کرتے ہوئے ساتھیوں کو جب کھانا کھاتے دیکھا تو چشم تصوّر میں چودہ صدیاں پیشتر کے واقعات گھوم گئے۔ یہی وہ طریقہ تھا جس طرح پیارے نبی اکرمؐ نے کھانا تناول فرمانے کا حکم فرمایا تھا۔ کوئی کس قبیلہ کا کوئی کہاں کا، کسی کی زبان اور کسی کی اور لیکن محبت کے رشتہ میں منسلک ایک ہی برتن میں کئی کئی ساتھی پانی پی رہے تھے۔ اور یہ سب کچھ حضرت کے صحبتِ فیض ہی کا نتیجہ تھا۔ کھانے کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور تمام ساتھی اجتماعی ذکر کے لئے صفوں میں بیٹھ گئے۔ اس مقصد کے لئے جو صرف یہیں پر ہی ملتا تھا، پاس انفاس ذکر شروع ہوا، ہر سانس اللہ کی محبت کو قلب و نظر میں سمونے لگا۔

ذکر کی دولت بھی عجیب ہے کہ جس کا نفع دل محسوس کرتا ہے، زبان بیان نہیں کر سکتی ذکر کے بعد مراقبات

شروع ہوئے۔ اشرف المخلوقات فرشتوں کو اپنے افضل ہونے کا احساس دلانے لگے، اب پتہ چلا کہ عالم ناسوت اس کی پرواز کے لئے محض قید خانہ ہے، ہیبت الٰہی سے جسم مٹی کے ڈھیر نظر آتے تھے، ہر ایک کو اپنے ظرف کے مطابق حضرت المکرم سے حصّہ ملتا رہا ایک ڈیڑھ گھنٹے کے ذکر کے بعد دعا مانگی گئی اور اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ اب ہر ساتھی آرام کی تیاری کرنے لگا اور پھر اللہ جسا اپنی عنایت سے نوازے، رات کے پہلے پہر کی ڈیوٹی برائے پہرے داری میرے اور میرے دوست ارشد کے حصّے میں آئی اور دوسرے پہر کی اس عالی خدمت کے لئے گوجرہ کے حافظ سلیم اور دلاور حسین چُنے گئے۔ چشم تصور میں وہ واقعات گھوم گئے جب صحابہؓ سفر میں اپنے قافلے کی چوکیداری پر مقرر ہوتے تو فخر فرماتے یہ اس مالک کی مہربانی تھی کہ اللہ نے میرے آقا کی یہ سنت ہم جیسے نالائقوں سے پوری فرمائی اور اس طرح جاگنے کے وقت میں تسبیحات کی توفیق بھی ملتی رہی ابھی رات کا تیسرا پہر شروع ہوا ہی تھا کہ ایک اور رقت آمیز منظر نظر آنے لگا

عمر کا آخری حصّہ، ضعیف بدن، کپکپاتے جسم کمزور نظر والے تہجد کی تیاری کرنے لگے۔ اور میں سوچنے لگا کہ وہ کون ہے جو انہیں چین سے سونے نہیں دیتا وہ کون ہے جس کی یاد انہیں بیقرار کئے ہوئے ہے کہ ان کے بڑھاپے ہماری جوانیوں سے سبقت لے گئے، ایک عالم ہے کہ خوابوں میں مست نظر آتا ہے اور ایک وہ جن کی راتیں اُن کا بیش قیمت سرمایہ ہیں، کوئی مؤدب قیام میں کھڑا ہے کوئی رکوع و سجود میں اس کی تعریف کر رہا ہے کسی کے ہاتھ اُٹھے ہوئے اپنی جوانی پر شرمندہ ہے، اور موتیوں کی لڑی ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہی ہے اور اعتراف جرم کر رہا ہے ہر کوئی اس کے سامنے گریہ زاری کرتا نظر آتا ہے، تہجد کے بعد معمول شروع ہوا، ذکر ختم ہوا تو نماز فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز فجر ادا کی گئی اور اس کے بعد درس قرآن کے لیے حضرت مولانا محمد اکرم صاحب تشریف لائے یہ وہ مرد درویش ہے جن کے متعلق حضرت جی کی کرامت میں کوئی شک نہیں، کبھی اس مرد قلندر کو دین سے دور کی بھی نسبت نہ تھی جب حضرت کے حلقہ بگوش ہوئے تو زندگی میں عجیب تغیر پیدا ہو گیا آپ کے فیض صحبت نے زندگی یکسر بدل کر رکھ دی اور قدرت نے انہیں منصب خاص کے لئے چن لیا۔ مولانا صاحب درس قرآن دیتے تو سننے والوں پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ان کا ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا اور ہر بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی نشاندہی کرتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ فرما رہے تھے کہ جس قدر جماعت کے لئے انھوں نے قربانیاں دی ہیں اس کا بدل اللہ ہی انہیں عطا فرمائیں گے۔ لنگر کا خرچ، مدرسہ کی عمارت اور دیگر جماعت کے اخراجات میں تمام ساتھیوں کی مجموعی امداد سے بڑھ کر حصّہ انہیں کا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ فرما رہے تھے کہ اللہ ہی کا دیا ہوا مال ہے،

جو اس کے بندوں پر خرچ کرتا ہوں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرا مال ذاکرین کے کام آتا ہے۔

میں ایک دفعہ مولانا صاحب کے گھر گیا، پرانی گندم کی دو بوریاں دیکھ کر میں نے پوچھا حضرت یہ گندم تو پچھلے سال کی معلوم ہوتی ہے، فرمانے لگے ہاں پچھلے سال لنگر میں خرچ ہونے سے بچ گئی تھی سوچا کہ ساتھیوں کے کام ہی آئے تو بہتر ہے کیونکہ جو گندم لنگر میں ساتھیوں کے لئے استعمال ہوتی ہے وہ میں خود اپنے ہاتھ سے بوتا ہوں اور خود ہی کاٹتا ہوں اور میں سوچتا ہوں کہ نمازی ہاتھوں کے اثرات ہر کام میں ہوتے ہیں۔

صبح کے درس کے بعد ساتھیوں نے نماز اشراق ادا کی اور ذاتی تقاضوں کے لئے سات بجے تک منتشر ہو گئے، یہاں سات بجے سے نو بجے تک بقیہ تعمیر کا کام ساتھی اپنی مدد آپ کے تحت جناب کرنل مطلوب صاحب کی نگرانی میں کرتے ہیں۔

کرنل صاحب ہمارے اکابر بزرگوں میں سے ہیں مدرسہ دارالعرفان کا تمام تعمیری کام ان ہی کی زیر نگرانی انجام پذیر ہؤا۔ مشقت گویا ان کی روحانی تسکین کا سبب محسوس ہوتی ہے۔ حضرت کے گلستان سدا بہار کا ایک پھول جس کی رنگت و خوشبو ہر ایک کو بھلی معلوم ہوتی ہے اپنے اندر بلا کی مٹھاس رکھتے ہیں۔

سات بجے صبح کام شروع ہؤا تو میں نے دیکھا کہ بوڑھے بھی اس کام میں پیچھے نہ رہے، کچھ سفید داڑھیوں والے نحیف بدن بھی اینٹیں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ رہے تھے، جب اُن کی نظر کام کرتے ہوئے جوانوں پر پڑتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے ان کے چہرے اس بات کی غمازی کر رہے ہوں کہ اے کاش! ہماری جوانیاں بھی اس کام میں لگ کر قیمتی بن جاتیں۔ اب ۹ بج رہے تھے چہرے اس مزدوری پر آخرت میں اُجرت ملنے پر مطمئن نظر آتے تھے۔ سوا نو بجے بیان اور بعد میں ذکر کی محفل ہوتی ہے۔ جناب حافظ عبدالرزاق صاحب نے بیان فرمایا جس کا موضوع تھا "ضرورت شیخ" اس کے بعد ذکر کی محفل ہوئی۔ ذکر ختم ہؤا تو کھانے کا عمل شروع ہو گیا۔ یہ چوبیس گھنٹے کے اوراق تھے جو ہر روز اسی طرح پلٹتے رہے۔ اور سکون کی دولت بٹتی تھی۔

آخر کار وہ گھڑی بھی آگئی جب دارالعرفان کا پروگرام اختتام پذیر ہونے لگا۔ پھول تھے جو بکھر جانے والے تھے نظروں سے ایک مدت کے لئے اوجھل ہونے والے تھے، یادیں تھیں جو بکھرنے والی تھیں، طبیعت میں عجب بے چینی تھی، گزرا ہؤا سال ایک قدم میں لگتا تھا۔ اور آئندہ سال میلوں دور یہ دیس دیس کے لوگ، ذکر سے مہکے ہوئے دن اور حسین راتیں بخانے پھر نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

آج ستمبر کی دو تاریخ تھی موسم معمول سے زیادہ ٹھنڈا تھا گھرے بادلوں کی قباؤں نے پہاڑوں

کو چھپا رکھا تھا۔ بجلی کی چمک اور ہلکی پھوار نے موسم کو اور بھی خوشگوار بنا دیا تھا نمازِ فجر کے بعد پروگرام ختم ہو رہا تھا اور ساتھی تیاریوں میں مشغول نظر آتے تھے جب نماز فجر ادا ہو چکی تو تمام ساتھی حضرت شیخ کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ نے کچھ نصیحتیں فرمائیں جن کا مفہوم یہ ہے:

آپ نے فرمایا۔ اس وقت میری عمر اسّی سال سے تجاوز کر چکی ہے، میرے اعضاء میں اب وہ پہلی سی سکت نہیں رہیں، ایک رئیس زمیندار ہوں مجھے کسی دنیاوی چیز کی ضرورت نہیں آپ کی طرح میری بھی گھریلو ضروریات ہیں، لیکن باوجود ان تمام کے میں سمجھتا ہوں کہ میرے اللہ کی طرف سے مجھ پر ایک ذمہ داری ہے جو مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح ہو سکے، میرے پاس جو بھی اچھا بُرا آتا ہے۔ میں اسے سینے سے لگا لیتا ہوں، سب موتی تو نہیں بنتے لیکن سنگریزوں سے کوئی نہ کوئی موتی تو ضرور نکل آتا ہے۔

لوگو! جب میرے پاس آؤ تو اللہ کی طلب خاص لے کر آؤ۔ اگر دولت کی طلب دنیا کی جاہ اور دوسری ضروریات دل میں لے کر آؤ گے تو سمجھ لو تمہارا سفر رائیگاں گیا بلکہ اس سے بہتر ہے کہ تم گھروں میں ہی رہو۔

آقائے نامدار کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرو۔ جھوٹ سے احتراز برتو، معاملات میں خدا سے ڈرو۔ نماز کی سختی سے پابندی کرو۔ قیامت کے دن حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا پوچھا جائیگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل پیش ہوگا بے نماز کے متعلق فرمایا کہ قبر میں اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے مچھلی کے تیل میں تلی جا رہی ہو اور دماغ ہنڈیا کی طرح اُبلتا ہے۔ جیسے ہنڈیا آگ پر اُبلتی ہے، اور دوسرے تمام معاملات میں بھی اللہ سے ڈرو۔

لوگو! کمالات کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں صرف ایک ہی صحیح راستہ ہے اور وہ ہے سنّتِ خیرالانام جو کچھ بھی ہے۔ وہ آقائے نامدار کی جوتیوں کے صدقے سے ہے اس کے علاوہ تمام راستے غلط ہیں۔ مختصر بیان کے بعد آپ نے تمام ساتھیوں کے لئے اور پورے عالم کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ اور ہمیں اپنی دعاؤں کے سایہ میں رخصت ہونے کی اجازت فرمائی۔

میں نے بھی دیگر ساتھیوں کے ہمراہ اپنا سامان باندھا اور بس پر سوار ہونے کے لئے چل پڑا۔ ایک گونا گوں خوشی تھی جو ساتھ ساتھ چل رہی تھی کافی انتظار کے بعد بس آکر رُکی اور ہم اس میں سوار ہو گئے بس رینگنے لگی۔ ایک آخری نظر دارالعرفان پر پڑی تو دل اس کی جدائی میں بے قرار ہو گیا۔ خیالات ان نظاروں سے ہمکلام ہونے لگے۔ اور میں سوچنے لگا۔

اے وادیٔ منارہ تو کبھی محض ایک بنجر ویرانہ تھا تجھے تیرے سینے پر رہنے والے محض چند لوگ جانتے تھے تیری سنگلاخ چٹانوں کی کوئی قابل ذکر بات نہ تھی، تیرے باسی پانی پینے کو ترستے تھے تیرے سینے پہ کوئی قابل ذکر ستارا نہ تھا۔ نجانے ایک مرد قلندر نے تجھ پر کیا فسوں پڑھ دیا کہ دنیا کے تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پہ رکھی جانے لگی، معرفت کے چشمے تیرے سینے سے اُبلنے لگے مدتوں کے پیاسے دنیا کے کونے کونے سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے یہاں پہنچنے لگے۔ تو ہزاروں دلوں کی دھڑکن بن گیا، ایسی ایسی ہستیاں تیرے سینے پر جمع ہو گئیں آسمان مدتوں سے جنہیں ڈھونڈ رہا تھا۔ کیسے کیسے پھول تیرے سینے پہ کھلنے لگے تو ایک روشن ستارے کی طرح نظر آنے لگا، تیرے پتھر گل سبد سے سبقت لے گئے، تیری یاد میری زندگی کا سرمایہ بن گئی جو بھی چند دن تجھ سے لو لگاتا ہے وہ یہی کہتا ہے ؎

تصورات نے حیرت کے قفل توڑ دیئے
ہر سمت کو مچلنے لگی شعاعِ خیال

بس اب بل کھاتی راستوں سے نیچے کی طرف تیزی سے آنے لگی۔ دفعتہً پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ ناقابل فراموش جدائی میں نے آخری بار اُبھرتی چوٹیوں کی طرف حسرت سے دیکھا اور یقینہ سفر میں گم ہوگیا۔

بقیہ: نفس کے اسرار ورموز

اور تمام دن چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ذکراللہ تسبیحات، نوافل وتلاوت قرآن میں کثرت سے مشغول رہے، اسی طرح سے باتیں کر کے اور پند ونصائح کے ذریعے نفس کو دوزخ کے عذاب سے ڈراتا رہے۔ اور بہشت کی نعمتوں کا شوق دلاتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں نفس راہِ راست پر آجائے گا۔

نرخنامہ المرشد

پورا صفحہ آخر داول	۷۰۰ روپے
عام صفحہ	۵۰۰ روپے
آدھا صفحہ	۲۵۰ روپے
۱/۴ صفحہ	۱۵۰ روپے

مستقل مشتہرین حضرات کے لئے خصوصی رعایت

عام کاپی	۳ روپے
خصوصی نمبر	۶ روپے
سالانہ چندہ	۳۵ روپے
ششماہی	۱۸ روپے

شیخ المکرّم نمبر

• "المرشد" جنوری ۱۹۸۴ء میں انشاءاللہ العزیز نئے انداز میں شائع ہو رہا ہے۔

دیدہ زیب اور خوشنما ٹائیٹل سے مزیّن یہ نمبر اپنی افادیت کے لحاظ سے ایک یادگاری ہوگا۔ جس میں بیشتر مضامین حضرت شیخ المکرّم مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ العالیہ کے ہوں گے جن کی افادیت کا اندازہ بہت اہمیت کا حامل ہے، عام اشاعت سے کہیں زیادہ ہوگا۔

• قارئین کرام جلد از جلد اپنی اپنی کاپیاں بک کرالیں۔

مشتہرین

• حضرات اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں اپنے اپنے اشتہار جلد از جلد مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں

(۱) • ــــ مدیر "المرشد" "دارالعرفان" منارہ ضلع جہلم

(۲) • ــــ مدیر "المرشد" الحسنات منزل چکوال ضلع جہلم

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک (اردو) ۔۔۔ ۲۵/۰۰	خدایا ایں کرم بار دگر کن ۷/۵۰
صوفی ازم (انگلش) ۔۔۔ ۴۰/۰۰	دیار حبیب میں چند روز ۵/۰۰
حیات برزخیہ ۔۔۔ ۲۵/۰۰	دین و دانش ۔۔۔ ۵/۰۰
تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین ۔۔۔ ۲۵/۰۰	مغالطے ۔۔۔ ۵/۰۰
الدین الخالص ۔۔۔ ۲۵/۰۰	پاکیزہ معاشرہ ۔۔۔ ۷/۵۰
حیات انبیاء ۔۔۔ ۱۰/۰۰	فضائل توبہ استغفار ۔۔۔ ۲۰/۰۰
اطمینان قلب ۔۔۔ ۱۰/۰۰	المرشد (فی شمارہ) ۔۔۔ ۳/۰۰
تعمیر سیرت ۔۔۔ ۷/۵۰	حج کی دعائیں (۲ حصے) ۔۔۔ ۵/۰۰
لغزشیں ۔۔۔ ۷/۵۰	ذکر اللہ (عربی) ۔۔۔ ۳/۰۰
حضرت امیر معاویہ رض ۔۔۔ ۷/۵۰	بزم انجم ۔۔۔ ۱۵/۰۰
اسرار الحرمین ۔۔۔ ۵/۰۰	فوز عظیم ۔۔۔ ۱/۵۰
انوار التنزیل ۔۔۔ ۵/۰۰	علم و عرفان مع تلاش ۔۔۔ ۳/۰۰
کس لیے آئے تھے؟ ۔۔۔ ۵/۰۰	سالانہ چندہ المرشد ۔۔۔ ۳۵/۰۰
تعارف ۔۔۔ ۳/۰۰	کونوا عباد اللہ (زیر طبع)
	ایمان بالقرآن کلاں ۔۔۔ ۲۰/۰۰

ماہنامہ

المرشد

زیر سرپرستی

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

سالانہ چندہ

پینتیس ۳۵ روپے

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع جہلم ● سول الخیب مدنی کتبخانہ گنپت روڈ لاہور

کتبہ: مسعود احمد رضوی

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255